قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربّہٖ فصلّی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

المجاهد من جاهد نفسه [illegible]

(الحدیث)

ماہنامہ المرشد چکوال

بیاد

شیخ العرب والعجم، صدیقِ دوراں، مجددِ طریقت، مجتہد فی التصوف، بحرِ علومِ شریعت، قلزمِ فیوض و برکات،

امامِ اولیاء، شیخِ سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلّام اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دارالعرفان ۔ منارہ ۔ ضلع چکوال

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

تصوّف کیا ہے؟

لُغت کے اِعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور
حقیقت کے اِعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا [illegible] ہیں
شک نہیں کہ یہ دین کا ایک [illegible]
فی العمل اور خلوص فی النیّت [illegible] اور
حصولِ رضائے الٰہی [illegible]
صلّی اللہ علیہ وسلّم کے [illegible] کا
ثبوت مِلتا ہے۔

(دلائلِ السّلوک)

ماہنامہ
المرشد
لاہور

یکے از مطبوعات: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ۔ دار العرفان۔ منارہ۔ ضلع چکوال

ذیقعد ۱۴۱۰ھ
جون ۱۹۹۰ء

شمارہ : ۱۱
جلد : ۱۱

بدلِ اشتراک

فی پرچہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵۵ روپے
چندہ سالانہ	۱۰۰ روپے
تاحیات	۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

سری لنکا۔ بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	۵۰ سعودی ریال
تاحیات	۳۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپی ممالک	۱۰ سٹرلنگ پونڈ
تاحیات	۵۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ اور کینیڈا	۲۰ امریکن ڈالر
تاحیات	۱۰۰۔ امریکن ڈالر

رقم / چندہ مضامین برائے اشاعت، تبصرے، شکایات اشتہارات وغیرہ

بھیجنے کے لیے

المرشد، دیگر مطبوعات اور کیسٹ وغیرہ

منگوانے کے لیے

دفتر ماہنامہ "المرشد"

الوہاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور۔ فون ۲۲۰۳۵۷

ماہنامہ المرشد کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ،
شیخِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلےٰ نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلےٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

اداریہ

ہمارے ہاں جو خانقاہی نظام قائم ہے۔ تصوف اور اسلام کے نام پر وہ ایسی رسومات، جشنوں اور عُرسوں کا شکار ہے جس کا اسلام کے ساتھ کسی قسم کا شرعی تعلق نہیں بنتا۔ لیکن ایسے عُرسوں میں لوگوں کا شامل ہونا قابلِ دید ہوتا ہے۔ عقیدت مندوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنے اور راہِ حق بتانے کا تصور تک تو دُور کی بات ہے۔ اُلٹا گناہ کا ایندھن بنا کر گمراہی کی بھٹی میں اُن ہزاروں لاکھوں افراد کو ایک ساتھ جھونک دیا جاتا ہے۔ یہ کھیل مدتوں سے، ہزاروں مقامات پر جاری ہے۔ اور ہر مقام پر عرس کے نام سے کھیلا جاتا ہے۔ خرافات کے اِن کھیل تماشوں کے دَور میں ایک مقام ایسا بھی موجود ہے جو تصوّف کا ایک عظیم مرکز ہے۔ ان تمام برائیوں اور بدعتوں سے آزاد ہے۔ جہاں سال بھر سالکین آتے رہتے ہیں۔ قرآن و سُنّت کے مطابق اُن کے تزکیۂ باطن اور تربیت کا پورا اہتمام رہتا ہے۔ یہاں آنے والوں کے دلوں پر سے برائیوں اور گناہ کے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ پھر وہ دمکتے ہوئے دل اور روشن چہرے لیکر معاشرے کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور دوسرے دلوں کو منور کرتے چلے جاتے ہیں۔

خوشگوار موسم کے پُرفضا علاقے میں آبادی سے ہٹ کر دارُالعرفان ایک خوبصورت مقام ہے۔ جہاں ہر سال جولائی، اگست میں ایک عظیم اجتماع ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ اجتماع نہ تو عرس قسم کی کوئی چیز ہے۔ نہ یہاں جشن ہوتا ہے نہ ڈھول بجتے ہیں، نہ جھنڈوں کے پیچھے جلوس نکلتے ہیں، نہ چڑھاوے چڑھتے ہیں اور نہ ہی یہ کسی نوعیت کی خانقاہ ہے۔ یہ تو تصوّف کا عظیم مرکز ہے۔ یہاں جو سماں نظر آتا ہے وہ چودہ صدیاں پیچھے کا وہ پاکیزہ، ایمان سے لبریز اور قوت بخش منظر پیش کرتا ہے جب مسلمان کھرے مسلمان ہوا کرتے تھے۔ حقیقت پسند تھے۔ اللہ کے حضور میں جاتے تو دنیا سے فرار کیلئے نہیں۔ نہ ہی دنیاوی نعمتیں اور حاجتوں کی تکمیل مانگنے۔

اجتماع کے اس موقع پر سالکین اور ساتھی دُنیا کے گوشے گوشے سے آکر جمع ہوتے ہیں۔ جو گھڑی بھی یہاں گزارتے ہیں اُس میں شرع کا مکمل اتباع ہوتا ہے۔ سالکین کو سلوک میں باقاعدہ تربیت دیجاتی ہے۔ تربیت دینے والے اساتذہ صاحبِ بصیرت ہستیاں ہیں۔ جن کے اپنے دل منور ہیں۔ جو سالک اُن کے پاس تربیت کیلئے بیٹھتا ہے وہ نہ صرف ذکر و اذکار سیکھتا بلکہ ان اساتذہ کی توجہ اور روشن قلوب سے اپنے دل کا چراغ بھی روشن کرکے اُٹھتا ہے۔ ایسی ہستیوں کی صحبت میں چند لمحے بیٹھنا ہی نصیب ہو جائے تو دل سے غبار دھل جاتا ہے اور سالک پاکیزہ زندگی گزارنے کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور اسی اجتماع کے دوران اُس شخصیت کی صحبت بھی نصیب رہتی ہے جس کی ایک نگاہ، ایک توجہ سے زندگی میں انقلاب آجاتا ہے۔ نہ صرف تزکیۂ باطن ہوتا ہے بلکہ سالک کے قلب میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنا تزکیہ خود کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

آج اگر ہم جیسے گناہگاروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نصیب نہیں۔ صحابہ کرام رض، تابعین یا تبع تابعین کا دور نصیب نہیں کہ اللہ کریم نے ہمیں آج ہی کے دور کیلئے پیدا کیا ہے تو اُن روشن ادوار کی برکات سے ہمیں محروم بھی نہیں رہنے دیا۔ وہ آئینہ بھی نصیب فرمایا جس سے وہ تمام برکات و انوارات منعکس ہو کر ہمارے سینوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ اپنے دِل میں خلوص اور طلب لیکر اس اجتماع میں شامل ہونے جائیں۔ اُن انوارات کو جذب کرنے کیلئے اپنے سینے تیار کریں۔ خلوص اور طلب لیکر ہم جائیں اور تیاری کیلئے سینوں کے یہ کھیت اُن برگزیدہ اساتذہ کے سپرد کر دیں اور صحبتِ شیخ میں بیٹھ کر اُن کی توجہ سے انوارات اپنے سینوں میں سمیٹ لیں اور جب اجتماع ختم ہو تو اپنے اپنے گھر، اپنے اپنے محلے، شہر اور ماحول میں اس قابل بن کر جائیں کہ اس قیمتی متاع کی تقسیم آگے جاری رکھیں۔

۔ تاج رحیم

مدیر : تاج رحیم

طباعت : سیّد اکرام الحق

آرٹ : صلاح الدین ایوبی

پبلشر : حافظ عبدالرزاق

پرنٹر : طیب جمال پرنٹرز
۲ [illegible] روڈ [illegible]، لاہور۔

فہرست

اسلام میں گروہ بندیاں	۵
عظمتِ صحابہ	۱۰
غلبۂ دین	۱۸
ابلیس انسان اور خلوص	۲۱
خاتم النبین	۲۴
روحانی معالج	۳۰
دارالعرفان میں اعتکاف	۳۳
شجرِ پُر بہار	۳۷
ایمانِ محکم	۳۹
التجا (نظم)	۴۱

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام میں گروہ بندیاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

آیات ۳۱ تا ۳۳ سورۃ الاعراف

دورِ حاضرہ کی بے شمار مصیبتوں کے ساتھ ہماری ایک بہت بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ اسلام کی مختلف تعبیروں نے ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر شہر کا اسلام الگ ہے۔ ہر محلے کا اسلام الگ ہے اور اگر محلے میں دو تین مساجد ہیں تو ہر مسجد کا اسلام اپنا ہے۔ اگر ہر مسجد میں دو تین مختلف الخیال لوگ ہیں۔ دو تین قسم کے مزاج رکھنے والے لوگ ہیں تو وہاں اسلام کی بھی دو تین قسم کی تعبیریں کی جاتی ہیں۔ اور یوں جتنے افراد ملتے ہیں۔ اتنے ہی ہمیں اسلام بھی مل جاتے ہیں۔ اور میری ناقص رائے میں بحیثیت قوم مسلمانوں کی اجتماعی ذلت، اگر بغیر لگے لپٹے کہے تو اسے ذلت ہی کہنا چاہیئے اور اگر کسی ملائم یا نرم لفظ سے کہنا ہو تو بھی کم از کم زوال کہنا ہی پڑتا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے زوال کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ہمارے درمیان تفرق ہے۔

دوسری طرف اتحاد بین المسلمین کے نام پر ایسے اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے کہ صریح کفر کو اسلام کے نام پر رائج کیا جاتا ہے۔ یعنی عقائد کا فرانہ ہوتے ہیں اعمال کافرانہ ہوتے ہیں۔ نظریات کافرانہ ہوتے ہیں۔ ایسے نظریے جو قرآن کے خلاف ہیں۔ ایسے نظریات جو نبی کریم ﷺ کے فرموداتِ عالی کے خلاف ہیں۔ ایسے نظریات جو اللہ کے دین کے قطعاً خلاف ہیں اور جو صریح کفر ہیں۔ اُن کو اسلام کیوں کہا جاتا ہے، صرف اِس لیے کہ جن لوگوں نے اُنہیں اپنا رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ اصل اسلام ہے۔ اب وہ اصل اسلام اور جن غریبوں کے پاس یہ قسما قسم کا نقل اسلام ہے اِس نقل اور اصل اسلام کو جوڑنے کے لیے اتحاد بین المسلمین کہا جاتا ہے۔ یعنی ایک طرف رواداری کے رُوپ میں کفر کو مسلمانی کہا جاتا ہے اور دوسری طرف حق کے طالب بننے والے حق کو ماننے کا دعویٰ رکھنے والے تقسیم در تقسیم، تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جاتے ہیں اور اپنی قوت کو کمتر کرتے کرتے کہیں اُسی کنارے پہ جا کھڑے ہوتے ہیں جہاں اُن کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

اسلام اتنا سادہ، اتنا صاف، اتنا سیدھا مذہب ہے۔ کہ دُنیا میں مذہب کے نام پر یا کسی سیاسی تحریک کے نام پر جتنی بھی تحریکیں، انقلابی جماعتیں، انقلابی دعوے رونما ہوئے وہ بڑے ہی تھوڑا عرصہ چل کر اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ میرے خیال میں اِس زمانے میں سب سے زوردار تحریک کیمونزم کی تھی۔ جس کی اُٹھان ایسی تھی کہ ہمارے جو واقف کار کیمونزم سے متاثر تھے، خود مجھے کہتے تھے کہ آپ کہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں کہ یہی اسلام ہے جو کیمونسٹ کہتے ہیں۔ اسلام اصل ہے ہی یہی۔ آپ نے خواہ مخواہ غلط سمجھ رکھا ہے۔ لیکن اُسی کیمونزم نے تو صدی بھی پوری نہ کی اور ستر پچھتر برس کے عرصے کے اندر اندر اِس کا جلوس نکل گیا۔ اِس کے ماننے والے اِس کے چلانے والے۔ جن ممالک میں وہ نافذ ہے وہ اِس شدت سے تڑپ رہے ہیں کہ یہ مصیبت ہم کہاں سے گلے ڈال بیٹھے۔ کہیں اِس سے گلوخلاصی کا ہمیں راستہ نہیں ملتا۔

یہی حال عیسائیت کا ہے اگرچہ ایک دینِ فطرت تھا لیکن دینِ عیسوی میں تبدیلیاں اور تحریک اور انسانی آمیزش ہوئی تو دینِ فطرت نہ رہا اور غیر فطری چیزیں اُس میں آنا شروع ہو گئیں۔ آج آپ جا کر دیکھیں تو بحیثیت قوم تو لوگ عیسائی ہیں اُن میں عیسائیوں کی طرفداری کا جذبہ بھی ہے مسلمانوں کی مخالفت کا بھی ہے سب کچھ ہے۔ لیکن عملی طور پر اُنہیں یا عقیدے کے طور پر عیسائیت سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ سب سے زیادہ یہودی اپنے مذہب میں مخلص ہیں۔ لیکن یہودیوں کو بھی دیکھیں تو اُن میں ایک خاص طبقہ ہے جو بڑا مذہبی کہلاتا ہے اِس کے علاوہ عام یہودیوں کو بھی آپ مغرب میں دیکھیں تو وہ سمجھتے ہیں یہ سارا فراڈ ہے کچھ بھی نہیں۔ کینیڈا میں میری ملاقات ایک یہودی سے ہوئی۔ تو وہ کہنے لگا میں مڈل ایسٹ میں رہ کر آیا ہوں۔ سب پیسے کمانے کے ڈھنگ ہیں۔ جو مسلمان کہلاتے ہیں وہ اسلام کے نام پر بزنس کر رہے ہیں۔ کچھ یہودی کہلاتے ہیں اور وہ ہمیں اور ہمارا گوشت بیچ کر کھا رہے ہیں۔ میں نے اسرائیل کو بھی دیکھا ہے۔ میں نے لبنان میں بھی رہ کر دیکھا ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ دونوں طرف نہ کوئی اِدھر اللہ کے لیے لڑ رہا ہے، نہ اُدھر کوئی اللہ کے لیے لڑ رہا ہے۔ یہ اُس یہودی کے تاثرات تھے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ روزی کمانے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ ایک سیاسی سٹنٹ بنالو اور پیسے کمالو اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی چیز فطرت کے خلاف انسانوں پر مسلط کی جائے گی تو اُس کی عمر گھٹ جائے گی۔ اور انسان از خود ایک خاص وقت کے بعد تھک ہار کر اُسے چھوڑ دیں گے۔ اُس سے بیزار ہو جائیں گے۔ لیکن حقیقی اسلام ہی واقعۃً ایسا دینِ فطرت ہے جو انسانی مزاج کے مطابق ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں بھی انسانیت کا کوئی فرد اِسے اپنا لیتا ہے تو پھر اسے چھوڑنے کو اس کا جی اِس لیے نہیں چاہتا کہ اتنا لطف زندگی کا باہر نہیں آتا جتنا اِس کے اندر آتا ہے۔

مجھے امریکہ میں ایک خاتون کی چند باتیں سُننے کا اتفاق ہُوا۔ اللہ نے اُسے نورِ ایمان نصیب فرمایا۔ کچھ دن وہ وہاں اللہ اللہ کرتی رہی تو ڈاکٹر عظمت اُس کے تاثرات بتا رہے تھے مجھ سے، کہ وہ کہہ رہی تھی اسلام کی حقانیت اپنی جگہ، اُس کا دینِ برحق ہونا اپنی جگہ، اللہ کا پیغام ہونا اپنی جگہ، یہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن اسلامی تہذیب میں ایک دوسرے کی عزت، ایک دوسرے کے ساتھ محبت، سچی بات کھری بات۔ ایک دوسرے کے ساتھ شفقت پیار اور بغیر کسی دنیوی طمع کے۔ بغیر کسی بُری اور میلی نگاہ کے بغیر کسی لالچ کے ایک دُوسرے کی عزت کرنا۔ ایک دوسرے کا انتظار کرنا۔ ایک دوسرے کو اپنے سے پہلے کھانا پیش کرنا۔ بیٹھنے کے لیے جگہ دینا یہ جو خالص محبت ہے یہی اتنی قیمتی ہے کہ اُخروی انعامات یا جنت یا اللہ کی رضا تو بہت قیمتی ہے یہ جو اثرات دنیوی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ بجائے خود یہ اتنے قیمتی ہیں کہ از خود کوئی بے وقوف ہی اسلام کو چھوڑ سکتا ہے جس میں ذرہ بھر عقل ہو گی وہ اِسے نہیں چھوڑے گا

یعنی یہ اُس خاتون کے تاثرات تھے جسے مسلمان ہوئے ہفتہ بھر ہوا۔ اُس نے کہا میں یہودی رہی ہوں، مَیں عیسائی رہی ہوں کیونکہ میرا دین مذہبی تھا۔ مَیں نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہے، مَیں نے معابد میں جا کر دیکھا ہے۔ مَیں نے شادی شدہ زندگی خاوند کے ساتھ گزاری ہے۔ والدین کے ساتھ گزارا کیا ہے برادری ہے، رشتہ دار ہیں، بیٹا بھی ہے۔ اِسی نیویارک شہر میں میرے والدین ہیں، رشتہ دار ہیں، میرا سارا خاندان ہے، دوست ہیں۔ لیکن جو لذّت ملاقات کی، جو لطف ایک دوسرے کی عزت کا یا جو فکر ایک دوسرے کے لیے اسلام نے دی ہے اِس سے پہلے ہم آشنا ہی نہیں تھے ہمیں سمجھ ہی نہیں تھی کہ ایک انسان کے لیے دوسرے انسان کے پاس ایسے جذبات بھی ہوتے ہیں۔

تو اسلام کا یہ کمال اِس لیے ہے کہ اُس مالک کا بنایا ہُوا قانون ہے جس نے خود انسان کو بنایا ہے اَب ہمارے ہاں ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ جو بہت کھرا مسلمان ہو وہ بھُوکا رہتا ہے جو بہت بڑا ولی اللہ ہو۔ وہ جنگلوں میں گزارا کرتا ہے۔ جو بہت بڑا نیک انسان ہو وہ تو کپڑے ہی نہیں پہنتا۔ ایک غلط العام تعبیر اسلام کی یہ ہے کہ جتنا کوئی نارمل زندگی سے ہٹتا جائے اتنا اُسے کامل ولی سمجھنا شروع کر دیا جاتا ہے حالانکہ اسلام کا کمال یہ ہے کہ زندگی نارمل ہو اور سنّتِ محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہو۔ اللہ کے قانون کے مطابق ہو۔ حضورؐ کی سنّت کے مطابق ہو، اور پھر دوسرے انسانوں کے مطابق نارمل زندگی ہو، گھریلو زندگی ہو، کاروباری زندگی ہو، دوست ہوں، برادری ہو، رشتہ دار ہوں، لوگوں کے ساتھ لین دین کرے، لوگوں سے ملے کاروبار کرے۔ پتہ چلے کہاں تک سچ بولتا ہے۔ پتہ چلے کتنی اِس میں قوتِ برداشت ہے۔ پتہ چلے جھُوٹ کے مقابلے میں کہاں تک بھُوک برداشت کرتا ہے۔ پتہ چلے کہاں تک حرام سے بچتا ہے اور کہاں تک رزقِ حلال تلاش کرتا ہے اور عملی زندگی میں اللہ کریم فرماتے ہیں۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ فرماتے ہیں کہ تمہاری جو توفیق ہو جتنی تمہاری حیثیت ہو اگر تمہیں اچھا لباس میسّر ہو تم بھی اپنا بہترین لباس ہر نماز میں پہنا کرو۔ یعنی باقی باتوں کو چھوڑو اللہ فرماتے ہیں جب میری بارگاہ میں آتے ہو، جب میرے حضور حاضر ہوتے ہو تو تم اپنا اچھا بہترین لباس۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ اپنی سجاوٹ جسے آپ کہہ لیں خوب سج دھج کر نماز ادا کیا کرو ہر نماز کے لیے اپنے لباس کا اہتمام کیا کرو۔ اِسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو توفیق ہو اور وہ اُس کے ہوتے ہوتے لباس غلیظ یا گندہ یا پھٹا ہُوا رکھے تو اُس کی عبادات مکروہ ہوتی ہیں۔ نماز ادا نہیں ہوتی۔ ایک آدمی ہے غریب اگر اُس کے پاس قیمتی لباس نہیں ہے تو اُس کے لیے بھی حکم ہے کہ غربت اُسے کپڑے دھونے سے منع نہیں کرتی۔ صاف تو رکھو۔ پاک ہونا تو ویسے شرط ہے پاک کے ساتھ صاف ہونا بھی شرط ہے۔ اور ایک فقہی قاعدہ ہے جس لباس میں آپ کسی شریف آدمی سے ملنا پسند نہیں کرتے اِس میں سرے سے نماز ادا ہی نہیں ہوتی مکروہ تحریمی ہے۔ یعنی نماز ادا کرنا حرام کے قریب ہے اور وہ سجدہ دینے کا گناہ ہوتا ہے ثواب کے بجائے۔ کہ ایک انسان کو آپ اُس لباس میں ملنا گوارا نہیں کرتے تو اُس لباس میں آپ اللہ کریم کے سامنے کیوں جاتے ہیں۔

تو یہاں اللہ نے فرمایا ہے بے لباس رہنا اچھا ہے یا اچھے لباس میں رہنا اللہ کریم کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے بیہودہ لباس پہننا اچھا ہے یا پسندیدہ لباس پہننا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر قوم کا ایک اپنا شعار ہوتا ہے۔ لباس کی قید جو اسلام نے لگائی ہے وہ صرف یہ ہے کہ سترِ عورت ہو اُس کے بعد کوئی فرض واجب نہیں ہے۔ کہ ایسا ہو ویسا بھی ہو ہاں ایک بات حضورؐ نے ارشاد فرمائی کہ کسی بھی کافر قوم کی جو پہچان بن جائے کوئی کافر قوم کسی لباس کو قومی حیثیت سے اپنا لے اِس طریقے سے اپنا لے کہ کوئی دُور سے دیکھنے والا جیسے اُس لباس کو دیکھے کہے کہ یہ فلاں قوم کا آدمی ہے تو مومن کو چاہیے کہ اُس لباس سے اجتناب کرے۔ کافروں کی مشابہت حرام ہے کافروں جیسی شکل بنانے سے اجتناب کرے اس کے علاوہ ہر وہ لباس جس میں سترِ عورت ہو وہ شلوار ہو، وہ چادر ہو، وہ پاجامہ ہو وہ کوئی اُس کی شیپ ہو، کوئی اُس کی شکل ہو جائز ہے کوٹ کی شکل ہو کالر ہوں نہ ہوں قمیض کی شکل ہو، کُرتے کی شکل ہو کیسی بھی شکل ہو کیسی بھی صورت ہو اُس میں کوئی حرج نہیں ہے اُس میں پابندی صرف یہ ہے کہ کہیں سے جسم ننگا نہ ہو۔ خواتین کے لیے ایک پابندی یہ ہے کہ کہیں سے جسم ننگا نہ ہو۔ خواتین کے لیے ایک پابندی یہ ہے کہ اتنا تنگ اور چُست لباس نہ ہو کہ وہ جسم کے ساتھ چپک جائے۔ خواتین کا لباس کھُلا ہونا چاہیے تاکہ جسم کے اعضاء اُس کے ڈھک جائیں ایسا نہ ہو کہ لباس پہن کر بے لباس ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لعنت ہے ایسی عورتوں پر جو لباس پہن کر بے لباس پھرتی ہیں۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ لباس تو پہنا ہوتا ہے لیکن اتنا چُست کہ اُس سے جسم اور عریاں ہو جاتا ہے۔ جسم کے مختلف اعضاء اُس سے نظر آتے ہیں یا پھر اتنا پتلا لباس جس سے اعضاء جھلکتے ہوں خواتین کے لیے جائز نہیں ہے۔ خواتین کے لیے سترِ عورت ہے۔ سَر کے بالوں سے لے کر تھوڑی تک ہاتھ کے پنجوں کی گٹیوں کے نشان تک، پاؤں کے ٹخنوں تک۔ سارے بدن کو ڈھانپنا سترِ عورت ہے۔ خواتین کے لیے اگر یہ ڈھکا ہُوا نہ ہو تو نماز ادا نہیں ہوگی۔ اور یہ ہے آزاد مومن خواتین کے لیے جو کنیز ہو یا غلام یا کافر خاتون ہو تو کافر عورت کے لیے گھٹنوں سے لے کر چھاتیوں تک ڈھانپنا یہ سترِ عورت ہے۔ اُس کی پُشت اگر کھُلی بھی ہو تو حرج نہیں ہے۔ بلکہ کپڑا یہاں سے کر تک پُشت تک ہو، سامنے پیٹ اور سینے تک آیا ہُوا ہو جیسے کبھی آپ نے خیالی تصویریں باندیوں کو اور لونڈیوں کو اِس لباس میں دیکھا بھی ہو جو پُرانے زمانے کی تصاویر ملتی ہیں اُن میں جو لباس ملتا ہے کہ انہوں نے گھٹنوں تک ایک کپڑا لپیٹ رکھا ہوتا ہے۔ اور ایک کپڑا سامنے ہوتا ہے صرف چیسٹ تک پُشت بھی ننگی ہوتی ہے۔ اور جو کافر یا غلام عورتیں ہوتی ہیں اُن کا سترِ عورت بھی اتنا ہے اُن کا شرعی لباس بھی اتنا ہے۔ یہ اعزاز صرف مومنہ خاتون کے لیے ہے کہ اُس کا سارا بدن سترِ عورت ہے۔ اُس کے سارے بدن کے لیے حجاب ہے اور اللہ کی طرف سے اُسے چھپانا فرض ہے۔

مرد ہو یا عورت یہاں اللہ نے بنی آدم فرمایا، اولادِ آدم فرمایا جس میں خواتین بھی ہیں مرد حضرات بھی ہیں اچھا لباس صاف ستھرا لباس بہترین لباس پہن کر اللہ کی بارگاہ میں آؤ اور اِسی طرح۔

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا۔ اچھا کھاؤ اور اچھا پہنو اِس کی بھی کوئی ممانعت نہیں۔ اسلام اچھا کھانے سے نہیں روکتا۔ بلاوجہ بھُوکا رہنے کا نام مسلمانی نہیں ہے۔ بلاوجہ بھُوکا پیاسا مرنے کا نام نیکی نہیں ہے۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم کاروبار نہ کرو۔ تم پیسہ نہ کماؤ۔ تم گھر نہ بناؤ۔ تم بچے نہ پالو۔ تم کھانا پینا چھوڑ دو۔ تم جنگل میں بھاگ جاؤ۔ فرمایا، کوئی غیر فطری کام کرنے کا حکم اسلام نہیں دیتا۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ کھاؤ پیو لیکن

وَلَا تُسْرِفُوْا ۔ بے جا خرچ مت کرو۔ محض اپنی نمائش کے لیے، فضول خرچ مت کرو۔ غیرضروری اخراجات میں دولت کو برباد مت کرو۔ محض اپنے آپ کو لوگوں پر برتر ثابت کرنے کے لیے یا محض آرام سے بڑھ کر عیاشی کے لیے۔ آرام تک کے لیے حلال ہے۔ جائز ہے۔ لیکن جہاں آرام کی حد ختم ہوتی ہے۔ عیاشی شروع ہوتی ہے۔ وہاں سے اسلام روک دیتا ہے۔ سٹاپ لگا دیتا ہے کہ رُک جاؤ اور دُوسروں کی طرف بھی دیکھو کتنے ایسے لوگ ہیں جنہیں ایک وقت کا کھانا نصیب نہیں ہے۔ اگر تمہارے پاس فالتو دولت ہے تو ضرورت مند لوگوں کے لیے اہتمام کرو۔ بجائے اسراف میں اُڑانے کے کسی دُوسرے کے کام آئے۔ اگر تم اسراف کرو گے، اللہ کی نعمتوں کو ضائع کرو گے تو وہ تمہارا ہاتھ نہیں پکڑے گا۔ لیکن ایک بات بتا دوں کہ

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۔ وہ فضول اُڑانے کو اچھا نہیں سمجھتا پسند نہیں کرتا اُس کا تعلق لوگوں سے محبت اور دوستی کا ہے۔ ایسے بندوں سے پیار نہیں رہتا اُس کا۔ اُس کی شفقت۔ اُس کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس کی نعمتوں کو فضول ضائع کرتے ہیں۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے۔ آپ خوبصورت اچھا آرام دہ لباس پہن سکتے ہیں لیکن محض رعونت کے لیے محض دوسروں پر اکڑ دکھانے کے لیے، کرّ و فر کے لیے نہیں۔ آپ اچھا کھا سکتے ہیں کھانے کی حد تک۔ محض اُڑانے کے لیے نہیں۔ آپ اچھا مکان بنا سکتے ہیں۔ آرام کی حد تک۔ لیکن محض عیاشی کے لیے دولت برباد کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر ایسا کرو گے۔ فرمایا تو یہ یاد رکھو اللہ کی محبت سے محروم ہو جاؤ گے۔ پھر اگر تمہیں کوئی اور ٹھکانہ ملتا ہے تو دیکھ لو۔

تو پھر فرمایا میرے حبیبؐ ان سے کہیے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ کون ہو سکتا ہے جو اُن نعمتوں سے منع کر دے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ کون منع کر سکتا ہے۔ کسی کی کیا جرأت ہے کہ اُن کی زینت کی چیزوں سے، اُن اچھے لباسوں سے، اُس اچھی غذا سے۔ اَلطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ اچھے کھانوں سے، اچھے لباس سے، اچھے کپڑوں سے، اچھی موٹروں سے، اچھے مکانوں سے کسی کی جرأت ہے کہ وہ بندوں کو منع کرے جب کہ بندوں کے مالک نے اپنے بندوں کے لیے یہ ساری چیزیں پیدا کی ہیں فرماتے ہیں۔ قُلْ میرے نبی انہیں بتائیے۔ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ اصل میں یہ ساری نعمتیں ہیں ہی اُن لوگوں کے لیے جن کے پاس نورِ ایمان ہے۔ کافر تو ان کے طفیل کھاتے ہیں اِس لیے ہر چیز کی حیات ہوتی ہے اور ہر چیز کی حیات ذکرِ الٰہی ہے۔ اِس ارض و سما اور اِس کائنات کی حیات بھی اللہ کا ذکر ہے لیکن وہ قلوب جو ذاکر ہیں۔ وہ قلوب جو منوّر ہیں وہ لوگ جو اللہ اللہ کرتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہو گی۔ آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا

حَتّٰی لَا يُقَوْلَ اللّٰهُ اللّٰهُ او کما قال رسول اللہ ۔ فرمایا جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ قیامت قائم ہو جائے گی۔ یہ نہیں فرمایا، کوئی بادشاہ نہیں رہے گا یہ نہیں فرمایا کوئی دولت مند نہیں ہو گا۔ یہ نہیں فرمایا کوئی سکول اور مدرسہ نہیں ہو گا۔ یہ نہیں فرمایا کوئی ٹرانسپورٹر نہیں ہو گا۔ یہ نہیں فرمایا کوئی میڈیکل سائنس نہیں ہو گی سب کچھ ہو گا۔ لیکن اگر کوئی بھی دُنیا میں ذاکر نہ رہا۔ اللہ اللہ کرنے والے لوگ ختم ہو گئے۔ جب کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہا قیامت قائم ہو جائے گی۔ تو یہ اللہ اللہ جو ہے یہ اِس کائنات کی رُوح ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اصل میں تو اسی اللہ اللہ کرنے والوں کے طفیل کافر بھی کھاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہ ہوں تو قیامت قائم ہو جائے۔ زمین و آسمان ختم ہو جائیں۔ یہ نعمتیں ختم ہو جائیں، کائنات ختم ہو جائے۔ یہ جو لوگ میری عظمت کا انکار کرتے ہیں، یہ جو کفر کرتے ہیں، بُرائی کرتے ہیں، عیش وہ بھی اُنہی کے طفیل کرتے ہیں۔ جو ہر وقت میرا نام لیتے رہتے ہیں۔ یعنی نزولِ رحمت کا سبب تو وہ وجود ہیں کہ جو میری بارگاہ میں سربسجود رہتے ہیں۔ جو قلوب ہیں جو میری یاد سے منوّر ہیں، وہ چہرے ہیں جو میرے انوار سے روشن ہیں، وہ پیشانیاں ہیں جو میری بارگاہ میں جھکی رہتی ہیں اور وہ آنکھیں ہیں جو میرے خوف سے تر رہتی ہیں وہ ہاتھ ہیں جو میری بارگاہ میں اُٹھے رہتے ہیں۔ وہ پہلو ہیں جو میری یاد میں نیند سے بیگانہ اور بستروں سے جُدا رہتے ہیں اور جو لوگ نافرمانی کرتے ہیں یا کفر کرتے ہیں یا میری عظمت کا انکار کرتے ہیں وہ تو فرمایا اِن کے طفیل کھاتے ہیں۔ انکار کر کے کفر کیا میری یاد کو ٹھکرا کر انہوں نے تو ان سب نعمتوں کو تج دیا وہ تو اپنی طرف سے ہاتھ کھینچ چکے ہیں اگر اُن پر ہوتی تو یہ کائنات اُلٹ چکی تھی۔ یہ بساط لپٹ چکی تھی اب اگر وہ کھا رہے ہیں تو فرمایا اِن کے طفیل کھا رہے ہیں تو فرما دیجئے۔

قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ اس دارِ دُنیا میں بھی یہ ساری نعمتیں تو مومنین کے لیے ہیں اُن کے طفیل کفار بھی کھاتے ہیں۔ یہاں سے سمجھ آتی ہے کہ مومنوں کو کافر کی نسبت علومِ دُنیا میں زیادہ محنت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اصل مستحق یہی ہے اور یہی تاریخِ اسلام ہمیں بتاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، تابعین تبع تابعین اور بعد کے مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک مسلسل ترقی اِس لیے کی کہ دُنیا کے ہر جدید علم کے مُوجد مسلمان تھے اور ہر علمی میدان کی قیادت مسلمانوں کے پاس تھی۔ یہ آکسفورڈ جسے آج دُنیا کی بڑی یونیورسٹی برطانیہ کی کہتے ہیں اِسے بنانے والے بھی مسلمان تھے یہ عربی سکول تھا اور پورے برطانیہ کی زبان عربی تھی۔ حکومت کی زبان عربی تھی اور اِس پر اسلامی حکومت تھی اور اس کو بنانے والے مسلمان تھے۔

یہ نہر سویز جس نے آپ سارا خراج یورپین اقوام کو دیتے تھے اِس نہر کو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بنوایا اور اُسی نقشے کو دوبارہ کھدوایا گیا ہے جس کا کریڈٹ آج مغربی اقوام لیتی ہیں۔ یعنی آج جو بیسویں صدی عیسوی میں بہت بڑا معجزہ سمجھا جاتا ہے کہ اتنی بڑی نہر بنوا کر دو سمندروں کو ملا دیا۔ یہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فتح مصر کے بعد اِسے بنوا دیا تھا ان سمندروں کو۔ اِس کا تاریخی ثبوت آج انگلستان میں بھی موجود ہے۔ اور بے شمار ایسی چیزیں، بے شمار ایسی ایجادات مسلمانوں نے کی تھیں مسلمان ایسے عجیب لوگ تھے۔

مَیں ایک دن محمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پڑھ رہا تھا۔ اُنہوں نے مختلف لوگوں کی کیفیات لکھی ہیں۔ عند الموت کہ موت کے وقت اُن کا کیا حال تھا تو وہ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک کہ جب خلافت و حکومت ملتی گئی۔ حجاج بن یوسف سے وہ سخت خفا تھا۔ حجاج کی قسمت کہ وہ اُس کے سربراہِ خلافت بننے سے پہلے فوت ہو گیا۔ اب اُس کی آنکھ محمد بن قاسمؒ کی طرف اُٹھی کہ وہ حجاج کا بھتیجا اور داماد تھا وہ فاتح تھا ہندوستان کا۔ اُس نے ہندوستان بھیجا تھا سالار بنا کر۔ اگر محمد بن قاسم چاہتا تو ہندوستان پورے کو الگ ریاست بنا سکتا تھا اور عرب میں بیٹھا ہُوا خلیفہ اُس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اور یہ اُس سے کہا بھی گیا لیکن اُس نے کہا میں اپنی ایک جان بچانے کے لیے کروڑوں مسلمانوں کو آپس میں لڑانا پسند نہیں کرتا۔ وہ چلا گیا۔ اُس نے گرفتاری دے

دی۔ اُس نے اُسے سزائے موت دے دی۔ وہ جیل میں تھا جس جیل میں تھا اور صبح اُسے قتل کیا جانا تھا۔ قتل کے وقت اُس کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ انیس بیس سال کا نوجوان آدمی تھا۔ سترہ سال کی عمر میں اُس نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اُس کی عمر سترہ سال تھی لیکن وہ کوئی ساڑھے چھ سات فٹ کا قد آور جوان تھا۔ تو رات کو اُس جیل کا جو انچارج تھا داروغہ وہ اُس کے پاس گیا وہ اِس خیال سے گیا کہ بہت قیمتی انسان، قیمتی جرنیل ہے میں اِسے جیل سے نکال دیتا ہوں میں خود بھی بھاگ جاتا ہوں اِسے بھی کہتا ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ خلیفہ کے ہاتھ نہیں جانے دوں گا۔

وہ گیا تو اُس کے کمرے میں روشنی تھی جیسے خطرناک مجرموں کے کمرے میں آج بھی روشنی رکھی جاتی ہے کہ بھاگ نہ جائیں۔ وہ اُس روشنی میں بیٹھا ہُوا کوئی دیا سلائی کی جلی ہوئی تیلی کا چھوٹا سا ٹکڑا لے کر کاغذ پر لکیریں بنا رہا تھا۔ اُس دیا سلائی سے اُس نے سمجھا کہ کوئی گھر کے لیے چٹھی یا کوئی رُقعہ بچوں کے لیے لکھ رہا ہے اُس نے آواز دی اُنہوں نے سَر اُٹھا کر دیکھا میں نے سمجھا پہرے دار ہے گشت کر رہا ہے۔ تم کیوں آئے دیر سے کہنے لگا امیر کیا لکھ رہے ہو۔ لکھ تو کچھ نہیں رہا۔ میں سوچ رہا ہوں۔ میں نے کئی قلعوں پر حملے کیے ہیں ہمارے پاس جو منجنیق ہے (منجنیق اُس زمانے کی توپ ہوتی تھی۔ لکڑی کی ایک چار پہیوں پر بنی ہوئی ایک بہت بڑی تیر کمان نما ہوتی تھی۔ ایک مشین سی اُس میں لگی ہوتی تھی۔ دندانے سے اُنہیں پھیر کر اُسی کمان کو پیچھے چڑھایا جاتا تھا اُس میں کئی کئی من بھاری پتھر رکھ کر ایک رسّہ ڈالا ہوتا تھا اُسے گھوڑے کھینچتے تھے۔ جونہی وہ آزاد ہو جاتی اُس پتھر کو اُٹھا کر پھینکتی تھی۔ بارُود ایجاد ہونے سے پہلے توپ کی جگہ وہ ایجاد ہوئی تھی۔ اُسی سے ہندوؤں کے یہ قلعے توڑے تھے مسلمانوں نے)۔ تو اُس نے کہا یار میں نے کتنوں قلعوں پر حملہ کر کے دیکھا ہے ہمارے پاس جو منجنیق ہے اِس میں چند ایک نقائص ہیں جو میرے ذہن میں تھے کہ اگر اِن سے ہٹ کر اِس طرح کی بنائی جائے جس میں یہ نقائص نہ ہوں تو زیادہ بہتر نتائج دے سکتی ہے۔ جو میرے ذہن میں آیا ہے اُسے میں کاغذ پر منتقل کر رہا ہوں۔ تم یہ کاغذ کسی جرنیل کو دے دینا تو وہ اِس طرح کی بنا لے گا۔ اُس نے کہا صبح تو آپ شہید کر دیئے جائیں گے اُس نے کہا تو بڑا بے وقوف ہے۔ ایک محمد بن قاسم مرے گا عالمِ اسلام تو نہیں مَر جائے گا۔ میں تو عالمِ اسلام کے لیے سوچ رہا ہوں۔ میں مر جاؤں گا پوری قوم تو نہیں مَر جائے گی۔ میں تو قوم کے لیے سوچ رہا ہوں کہ اُن کے کام آئے گی یہ چیز۔ میرے ساتھ دفن ہو جانے کے بجائے یہ نقشہ اُن کو دے دینا کیسے عجیب لوگ تھے کہ صبح کو قتل ہونا ہے اور رات کو بھی وہ تحقیق کر رہا ہے کہ منجنیق میں یہ یہ تبدیلیاں ہو جائیں تو یہ بہتر نتائج پیش کر سکتی ہے۔

میں نیویارک گیا تو وہاں مجھے بہت مقدس، بہت نیک بہت پرہیزگار مولانا ملے اور اُنہوں نے بڑے فخر سے بتایا کہ مجھے بیس سال ہو گئے ہیں یہاں۔ میں نے اِن کنجروں کی زبان بھی نہیں سیکھی۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

میں نے کہا حضرت زبان نہ سیکھنے سے اُن کا کیا بگڑا۔ بیس سال میں آپ اِن میں سے کسی ایک کو اللہ کا نام بھی تو نہیں بتا سکے۔ بیس سال میں آپ حضورؐ کی ایک حدیث بھی اُن تک نہیں پہنچا سکے۔ بیس سال میں آپ اُن سے بات ہی نہیں کر سکے۔ زبان ہی نہیں سیکھی۔ تو آپ کے یہاں رہنے کا کیا فائدہ۔

مُسلمان تو وہ تھے جو قبر کے سرہانے کھڑے ہُوئے بھی قوم کی ضرورت کے لیے کچھ نہ کچھ ایجاد کر رہے تھے۔ اس لیے کہ جب اللہ فرماتا ہے۔

اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ ۔ یہ چیزیں مَیں نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ یہ تو تمہارا مال۔ تمہارے لیے ہم چھوڑ دیں گے تو دُوسرا استعمال کرے گا۔ آج دُنیا کی سب سے بڑی بڑی جو تجربہ گاہیں ہیں یا سائنس کی لیبارٹریز ہیں اُن میں جا کر دیکھیں سب سے کامیاب ترین آج بھی مسلمان ہے۔ نام کا مسلمان سہی۔ کافر کی نسبت اُس کا ذہن زیادہ قبول کرتا ہے ایجادات کو۔ وہ نماز ساری زندگی نہیں پڑھتا۔ اُسے آتی ہی نہیں۔ حرام کھاتا ہے حلال حرام کی تمیز نہیں کرتا۔ اُسے اسلام کا پتہ ہی نہیں۔ اُس کا صرف اسلام سے اتنا تعلق ہے کہ وہ کسی مسلمان کے صلب سے ہے۔ کسی مسلمان ماں کا دُودھ پیا ہے۔ کسی مسلمان گھر میں پیدا ہُوا ہے۔ لیکن آپ ناسا جیسے اداروں میں جا کر دیکھیں۔ میں نے خود دیکھا ہے وہاں چوٹی کے سائنس دان آج بھی مسلمان ہیں۔ اِس لیے کہ جو باریکیاں مسلمان کا ذہن اخذ کرتا ہے قبول کرتا ہے۔ کافر کا ذہن وہاں تک پہنچ سکتا نہیں۔ کافر کا ذہن دُوسرے درجے میں پہنچتا ہے کہ بُنیادی طور پر مسلمان پہلا اصل مالک ہے اور کافر طفیلی ہے اِن نعمتوں کے لیے۔

اسلام نے جو نظریہ ہمیں دیا ہے جو بات قرآن ہمارے ساتھ کرتا ہے جو بات آقائے نامدار ﷺ نے کی۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ اگر حلال ذرائع سے دولت نہ ملے تو چوری کر کے ریشمی کپڑے پہنو۔ نہیں۔ اچھے لباس کے لیے ڈاکہ مارو۔ اچھا کھانا کھانے کے لیے جھوٹ بولو۔ ہرگز نہیں۔ بھوکے رہو حرام مت کھاؤ۔ پھٹا ہُوا کپڑا پہنو لیکن دھوکا مت کرو۔ کچے گھر میں رہو لیکن چوری کر کے، رشوت لے کر محل نہ بناؤ۔ اسلام یہ سبق نہیں دیتا اور یہ دونوں باتیں آپ کو اُس قوم میں نظر آئیں گی۔ جس کی تعمیر آقائے نامدار ﷺ نے اپنے دستِ شفقت سے فرمائی۔ تو مکی زندگی میں، مدنی زندگی میں یا ابتدائی مدنی زندگی میں صحابہ کرام کو دیکھیں بھوک بھی ہے، افلاس بھی ہے، رزق کی کمی بھی ہے، دشمن کا ڈر بھی ہے۔ کئی کئی دن کے فاقے ہیں اِس کے باوجود کوئی چوری نہیں کرتا۔ کوئی جھوٹ نہیں بولتا۔ کوئی کسی سے چھینتا نہیں۔

پھر وہی مدینۃ النبی ہے، وہی خدامِ رسُول، زر و جواہرات اور سونے کے انبار سے گلیاں اَٹ جاتی ہیں۔ اندر رکھنے کی جگہ نہیں ملتی جب ایران فتح ہوتا ہے، جب روما فتح ہوتا ہے، جب یمن فتح ہوتا ہے تو مالِ غنیمت میں سونا اور زر و جواہرات اتنے آتے ہیں کہ گلیاں اَٹ جاتی ہیں، اندر رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ لیکن کیا مجال کہ اُن بندوں کے عجز و انکسار میں فرق آئے جو بندے بھوک و افلاس میں تھے وہ دولت مند ہو کر بھی ویسے ہی بندے رہے وہی دیانت وہی امانت، وہی راست بازی وہی نیکی وہی ورع و تقویٰ جو بھوک اور افلاس میں تھا، امارت میں بھی وہی تھا۔ دولت کے ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہ پڑا۔ بلکہ اسلام اُن تعلقات کا نام ہے جو اللہ کے ساتھ ہوں۔ اور اُس حال میں بھی روئے زمین کو سیاست کا، زراعت کا، انتظامات کا امورِ سلطنت کا، طب و حکمت کا کونسا شعبہ ہے۔ درس و تدریس کا کونسا شعبہ ہے۔ جہاں اُن کا کردار نمایاں نہ ہو۔

بدر کی جنگ میں جو قیدی آئے فیصلہ کیا گیا کہ اِن سے جزیہ لے کر چھوڑ دیا جائے عرض کی گئی یا رسُولَ اللہ بعض ایسے قیدی ہیں جن کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں اور اُن کے ورثاء کبھی کچھ نہیں دے سکیں گے۔ فرمایا: تم ایسا کرو اُن میں سے جن کو پڑھنا لکھنا آتا ہے وہ چند مسلمان بچوں کو پڑھنا سکھا دیں۔ یہ اُن کا جزیہ ہے۔ یعنی اُس حال میں

جب رُوئے زمین کا کفر اُمنڈ پڑا کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے آتا ہے۔ حضورؐ اُس وقت بھی کوشش فرماتے ہیں کہ چند مسلمان بچے ہی سہی پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں؛ اندازہ کرلیں مسلمان کے لیے علم کا حصول کتنا ضروری ہے۔ وہ کہتے کہ کافر کیا اُنہیں قرآن پڑھاتے؟ کہتے کہ کافر کیا مسلمان بچوں کو حدیث پڑھاتے ؟ فقہ پڑھاتے؟ اُسے دنیوی علوم ہی پڑھانا تو کتنی ضرورت ہے علومِ دُنیا کی اسلام میں اور آقائے نامدار ﷺ کی مُبارک نگاہ میں

اس لیے کہ یہ دُنیا بنیادی طور پر ہے مسلمان کے لیے اور مسلمان کے ذمے ہے کہ اس کو سمجھے اس کو سیکھے اور اِسے اللہ کے قوانین کے مطابق چلائے۔ جب یہ چھوڑ دے گا تو کافر نہ صرف اِس دُنیا کو خراب کرے گا نہ صرف اِس میں فساد مچائے گا۔ بلکہ مسلمان کا حق بھی چھینے گا۔ مسلمان کو رُسوا بھی کرے گا۔ اللہ کے دین کو رُسوا کرے گا۔ اللہ کے دین کے خلاف عمل کرے گا۔ اور اللہ کی ساری کائنات میں فساد بھی مچائے گا۔ اور یہی کچھ آج ہو رہا ہے۔ کیوں؟ اِس لیے کہ ہم نے یہ سمجھا کہ دین جہالت کا نام ہے۔ دین آبادیوں سے بھاگ جانے کا نام ہے۔ دین ننگا پھرنے کا نام ہے۔ دین بھُوکا رہنے کا نام ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

قرآنِ حکیم نے نبی پاک ﷺ نے اس کی تعلیم نہیں دی یہ مفروضے ہیں جو جہلاء نے رائج کر دیئے ہیں۔ دین نام ہے معتدل، بھرپُور زندگی گزارنے کا جو اللہ اور اللہ کے رسُولؐ کی اطاعت کے اندر ہو خوبصورت زندگی بھرپُور زندگی ایسی زندگی کہ آدمی جس محفل میں بیٹھ کر اُٹھ جائے وہاں اُس کی خوشبو رہے اثر رہے جس ملک میں رہ کر چلا جائے پتہ چلے یہاں کوئی انسان آیا ہے۔ جہاں زندگی بسر کر کے ختم ہو جائے۔ مِٹ نہ جائے وہاں کوئی اثر چھوڑ جائے آخر کو تو انسان ہے۔ ٹیلے بھی بنتے مٹتے وقت لیتے ہیں۔ درخت اکھیڑ دیں تو اُن کے نشان مٹتے مٹتے کچھ وقت لیتے ہیں تو اُس انسان کی کیا کیفیت جو مر گیا تو دوسرے دن اُس کا کوئی نشان باقی نہیں ہے وہ پیدا کیوں ہُوا تھا اُس نے زندگی کے ساتھ کیا کیا۔ اُس نے کیا دیا زندگی کو۔ اور اُس نے زندگی سے کیا فائدہ اُٹھایا اِس کا مطلب ہے کہ اُس نے زندگی کو اُس نے دُنیا کو، اُس نے عالم کو کچھ بھی نہیں دیا۔ کہ اُس کا کوئی اثر ایک پُشت تک سہی دو پُشتوں تک سہی چار سال، دس سال، پچاس سال تک ہی چلا جاتا۔ بس آنکھ بند ہو گئی مٹ گیا۔ اَب اُسے ہم انسان کیا سمجھیں۔ اُس نے کیا کیا تھا۔ اِس کا مطلب ہے اُس نے وقت برباد کیا۔

اُس نے وقت کو کچھ نہیں دیا، زمانے کو کچھ نہیں دیا۔ اُس نے اپنے عہد کو کچھ بھی نہیں دیا کہ اُس عہد میں اُس کا کوئی نقش ثبت ہو جاتا۔

خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ط دُنیا میں تو یہ ہے مومنوں کے لیے اِن کے طفیل کافر بھی کھاتے ہیں لیکن جب اگلی دُنیا آئے گی قیامت قائم ہوگی تو پھر کافر کو اِن کے طفیل بھی نہیں ملیں گے۔ پھر ساری نعمتیں خاص مومن ہی کو ملیں گی۔ کہ اُس حیات کا مدار ایمان پہ ہے کفر کے ساتھ ایک تنکا بھی نصیب نہیں ہوگا۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ فرمایا اللہ نے کہ ہم تو ایسی کھری کھری باتیں کرتے ہیں۔ باتیں سمجھ اُنہی کو آتی ہیں جن کے پاس کوئی ذرہ علم کا بھی ہو۔ جاننے والوں کے لیے ہوتی ہیں۔ فرمایا میرے حبیبؐ لوگوں سے کہہ دو میرے رب نے کپڑے پہننے سے منع نہیں کیا، اچھا کھانے سے منع نہیں کیا، حلال کمانے سے منع نہیں کیا لیکن منع فرمایا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ۔ بُرائی کی باتوں سے۔ فحش باتوں سے منع کیا ہے میرے رب نے۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ وہ خواہ ظاہر ہوں برسرِعام ہوں سرِمجلس ہوں یا چھُپ کر کی جائیں یا ایسی ہوں جو ظاہر کی جاتی ہیں یا ایسی ہوں جو دل میں سوچی جاتی ہیں۔ جو ذہن میں سوچی جاتی ہیں یا ایسی ہوں جن کا آپ ارادہ کر رہے ہیں یا ایسی ہوں جو سرِعام کہہ رہے ہوں۔ فرمایا ہر طرح کی بُرائی سے میرے رب نے منع کیا ہے اگر اسلام کے کہنے پر تم نے رُکنا ہے تو کھانے سے نہ رُکو اچھا کھاؤ اچھا پہنو تم بے حیائی سے رُک جاؤ۔ چوری چھپے بھی نہ کرو۔ علانیہ بھی مت کرو۔

وَالْاِثْمَ۔ اور اللہ نے منع کیا ہے گناہ سے وہ گناہ جو اللہ کی نافرمانی ہو وہ اثم کہلاتا ہے جس میں کسی انسان کا حق مجروح نہ ہوتا ہو لیکن اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو وہ اثم کہلاتا ہے فرمایا، وَالْبَغْيَ اور وہ گناہ جس میں اللہ کی نافرمانی کے ساتھ انسان کے حقوق بھی پامال ہوتے ہوں وہ بغاوت کہلاتا ہے۔ انسان کے حقوق پامال نہ ہوتے ہوں اللہ کا حکم ٹوٹتا ہو تو گناہ کو اثم کہتے ہیں اور وہ گناہ جس میں اللہ کی نافرمانی کے ساتھ حقوق العباد بھی پامال ہوتے ہوں بغاوت کہلاتا ہے۔ فرمایا میرے رب نے منع فرمایا ہے بے حیائی سے اللہ نے منع کیا ہے۔ گناہ سے اللہ نے منع کیا ہے۔ دوسروں کا حق چھیننے سے اللہ نے منع کیا ہے۔

وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ۔ مجھ جیسا کسی دوسرے کو مت سمجھو۔ اسلام تو اِن باتوں کا نام ہے۔ اسلام کا حُسن اور اسلام کا کمال تو یہ چیزیں ہیں کہ اللہ جیسا کسی کو نہ سمجھو۔ وہ عاجزی جو اُس کا حق ہے کسی دروازے پر مت دو۔ وہ عجز و نیاز جو اُس کی بارگاہ کو زیب دیتا ہے کسی کے سامنے مت کرو۔ یہ پکار جو اس کے لیے ہے کسی کے لیے مت کرو۔ وہ اُمید جو اُس کے ساتھ ہے کسی دوسرے کے ساتھ وابستہ مت کرو وہ آس جو اس کا حق ہے وہ کسی دوسرے کے لیے دل میں مت لاؤ اور بے حیائی سے رُک جاؤ اور فرمایا:

اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور اِس بات سے رُک جاؤ کہ جس بات کا اللہ نے حکم نہیں دیا وہ اللہ کے ذمے لگاتے رہو۔ یہ جو ہم نے گھر گھر مذہب ایجاد کر لیے ہیں اِن سے اللہ کریم بڑی سختی سے منع فرماتے ہیں۔ ہر رواج کو مذہب بنا دیتے ہو جو رسم ایجاد کرتے ہو کہ یہ مذہب ہے۔ اُس پر ثواب ہے۔ کسی چیز کو ثواب بتانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کے نبیؐ کا حکم ہے اور اگر وہ ایسا نہیں ہے تو فرمایا تم اللہ پر جھُوٹ بول رہے ہو، رسُول اللہ ﷺ پر جھُوٹ بول رہے ہو۔ فرمایا اس کام سے رب کریم نے منع فرمایا ہے ایسا مت کرو۔ اسلام نے اِن چیزوں سے روکا ہے۔ اِن سے رُک جاؤ یہ اسلام ہے اچھا پہنو اچھا کھاؤ۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

عظمتِ صحابہؓ

حافظ عبدالرزّاق

حسنِ تربیت اور کمالِ تربیت

قاعدہ ہے کہ ہر تعمیری کام مشکل ہوتا ہے مگر انسان کے بچے کی پرورش اور صحیح تربیت تو بہت مشکل کام ہے اور اگر بچہ بگڑتا ہوا جوانی کی منزل تک پہنچ جائے تو اُس کا بگاڑ بھی جوان ہو جاتا ہے اس لئے اس کی اصلاح اور صحیح تربیت تو جان جوکھوں کا کام ہے۔

جب سے انسان اس کرۂ ارض پر آباد ہوا سُنت اللہ یہی رہی ہے کہ بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لئے انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ ہر نبی نے اپنے معاشرے کی اصلاح کچھ اس انداز سے کی کہ غیر نبی سے اس درجے کی اصلاح ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص اللہ کے آخری نبی — امام الانبیاء ﷺ کو اصلاح و تربیت کے لئے وہ قوم ملی جس کے بگاڑ کا اندازہ صرف اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ کوئی مہذب حکومت ان کو رعایا کی حیثیت سے قبول کرنے پر تیار نہیں تھی مگر محسنِ انسانیت ﷺ نے ان کی اصلاح و تربیت کا کام اس انداز سے کیا کہ ان کی حالت میں تبدیلی ہی نہیں آئی بلکہ انقلاب آ گیا۔ ان کی اپنی اصلاح ہی نہ ہوئی بلکہ وہ دوسروں کے لئے مصلح بن گئے۔ ان کا تزکیہ کیا ہوا کہ وہ مزکی بن کے میدان میں آ گئے۔ وہ راہ راست پر کیا آئے کہ دنیا کے گم کردہ راہوں کو ہدایت کا رستہ دکھا دیا۔ وہ جو دوسروں کو لُوٹ کر اکڑتے تھے وہ اب مُنکر خوش ہونے لگے۔ وہ جو دوسروں کے ہاتھوں سے لقمہ چھین کر اترانتے تھے ان کے ہاں بھوکوں اور محتاجوں کے لئے دسترخوان بچھ گئے۔ اُس مسیحا نفس نے مُردوں کو زندۂ جاوید بنا دیا۔ سچ کہا اُس نے جس نے اس کو پہچان لیا کہ

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

علمائے اخلاق کہتے ہیں کہ اصلاح و تربیت کا ایک خاص سلیقہ ہے درست! مگر وہ سلیقہ کیا ہے؟ آؤ! اس سے پوچھیں جس نے اصلاح و تربیت کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ مگر پوچھتے کیوں ہو، اس کی ہر ادا کو دیکھو کیونکہ اس کو بھیجنے والے نے اور اس کام پہ مامور کرنے والے نے اس سے سیکھنے کا سلیقہ خود سکھایا کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اس اُسوۂ کامل کو دیکھ کر چشمِ بینا کے سامنے اصلاح و تربیت کا نقشہ کچھ اس طرح آتا ہے جو رحمتِ مجسم ﷺ نے پیش کیا:۔

۱۔ زیرِ تربیت انسانوں کے دلوں میں یہ احساس نہیں بلکہ یقین پیدا کیا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

۲۔ اس کام کے لئے کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔

۳۔ بھلائی کی ترغیب اور برائی سے روکنے کے لئے نہایت دلنشیں پیرایہ اختیار کیا۔

۴۔ کوئی بات تحکمانہ انداز میں نہیں کی بلکہ ہر بات یکمانہ طور پر کی۔

۵۔ ایک دفعہ بات کہنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک شفیق باپ کی طرح ایک ہی بات کئی بار دُہرائی۔ جب بھی کسی سے لغزش ہوئی نہایت دلسوزی کے ساتھ پھر سمجھایا۔

۶۔ جو کرنے کے لئے کہا خود کر کے دکھایا۔

۷۔ کسی کو خاص طور پر نشانہ بنا کے غلطی پر نہیں ٹوکا بلکہ عمومی اندازِ تخاطب سے کام لیا کہ اس کی عزتِ نفس کو ٹھیس نہ لگے۔

۸۔ جس نے بات نہیں مانی اس سے کبھی اُلجھے نہیں۔

۹۔ بات کبھی مبہم نہیں کی بلکہ ایسی صاف اور واضح طور پر کی کہ مخاطب کے دماغ سے ہوتی ہوئی دل میں بیٹھ گئی۔

۱۰۔ فوری اور فانی مفاد پر کبھی نگاہ نہیں رکھی بلکہ نگاہ ہمیشہ اس کے دُور رس اثرات پر جمی رہی۔

محسنِ کائنات ﷺ کے کام کی نوعیت

اللہ کریم نے حضور اکرم ﷺ کے ذمے جو کام لگایا وہ اتنا عظیم اور ایسا وسیع تھا کہ انسانی زندگی کے تمام شعبے اس کی لپیٹ میں آ گئے مگر اس کا بیان اتنا مختصر کہ ایک جملے میں سمو دیا ارشاد ہوا:۔

"كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ"

یعنی یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لئے نازل کی تاکہ آپ انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔

قرآن کریم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں کئی مقامات پر کفر کو ظلمت اور ایمان کو نور قرار دیا گیا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا بنیادی کام یہ تھا کہ لوگوں کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان کی نورانی دنیا میں لے آئیں۔ یعنی ایمان وہ دولت ہے جو آدم زاد کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیتی ہے۔ صرف انسان نہیں بلکہ معیاری انسان، قابلِ رشک انسان اور اللہ کا پیارا انسان بنا دیتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے اس کام کا جائزہ

حضور اکرم ﷺ نے جن لوگوں کو براہِ راست ایمان کی دعوت دی۔ اُن کا ردِ عمل دو قسم کا سامنے آتا ہے۔ ایک وہ، جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا وہ تو ظلمات سے نکل کر نور کی دُنیا میں آ گئے اور انھیں ایمان لاتے ہی مسلمان کے نام سے پکارا جانے لگا۔ دُوسرے وہ، جنہوں نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور ہمیشہ کے لئے کفر کے اندھیروں میں رہنا ہی پسند کیا وہ کافر کہلائے۔

ان ایمان لانے والوں کے لئے ایک مخصوص اصطلاح یعنی "صحابہ" وضع ہوئی۔ اب حضور اکرم ﷺ کی تربیت کا اندازہ اسی گروہ یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سے ہی کیا جا سکتا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں:۔

۱۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس تبدیلی کا اعلان کرایا گیا۔

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا ...... (البقرہ ۲: ۱۳۶)

"یعنی (اے مسلمانو) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اُتری اُس پر، جو صحیفے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی اولاد پر نازل ہوئے، اُن پر اور جو کتب موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو عطا

ہو تمہاری اور جو انبیاء علیہم السلام کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملیں اُن پر سب پر ایمان لائے اور ہم ان انبیاء میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور اس خدائے واحد کے فرمانبردار ہیں۔"

یہ کھلا نا ایک نفسیاتی حقیقت ہے۔ آدمی کسی چیز کو آزاد مرضی سے اُس وقت ترک کرتا ہے جب اسے اس سے نفرت ہو جاتی ہے اور کوئی نئی چیز اپنا تا اور اختیار کرتا ہے تو اس وجہ سے کہ اُس سے محبت ہو جاتی ہے۔ اس اعلان سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ہمیں کفر سے نفرت ہے اس لئے اس کو چھوڑ دیا اور اسلام اور ایمان سے محبت ہے اس لئے اسے اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وصف کا اُن کی زبان سے اعلان کرایا۔

۲۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعلان کی صداقت

نبی کریم ﷺ کی دعوت پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان لائے اور اس کا اعلان بھی کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُن کا یہ اعلان کیا سچ مچ کا تھا؟ مگر اس کی شہادت کون دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اس کمال کی شہادت خود دی:۔

(۱) هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۔ (۳۳ : ۴۳)

"یعنی وہ اللہ ہی تو ہے جو خود تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔ اللہ ان اہل ایمان پر بڑا ہی مہربان ہے۔"

(ب) ایمان کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ گروہ کو حکم دیتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۔ (۳۳ : ۴۱، ۴۲)

"اے میرے رسُول کی دعوت پر لبیک کہنے والو! اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔"

(ج) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس وصف کا یقین دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۔ (۸ : ۶۲)

"یعنی اے نبی! وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آپ کو اپنی مدد سے اور صحابہ کی جمعیت سے تقویت بخشی۔"

(د) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے اس تربیت یافتہ گروہ کو قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دیجئے اور ان کے اس ایثار کی پذیرائی جو ہم کریں گے اُس کی تفصیل سنئے:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ الخ

"یعنی اے نبی! اپنے ان تربیت یافتہ جان نثاروں کو قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دیجئے (ان کو کہہ دیجئے) کہ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے۔"

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جو وعدہ کیا وہ پورا کر کے دکھا دیا۔

۳۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و یقین میں روز بروز اضافہ کی شہادت

(۱) جنگ ایسا ہیبت ناک منظر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے جغادری ہمت ہار جاتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ کی تربیت کا اثر یہ تھا کہ ع

اتنے ہی وہ اُبھریں گے جتنا کہ دبا دو گے

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ"

"یعنی جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے مقابلے کے لئے لشکر کثیر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان و یقین اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے، اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

(ب) غزوۂ احزاب میں جب سارا عرب مدینہ منورہ پر چڑھ آیا تھا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوت ایمانی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۔ (۳۳ : ۲۲)

"یعنی جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کافروں کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی موقع ہے جس کا اللہ اور اس کے رسُول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ و رسُول ﷺ نے بالکل سچ فرمایا تھا اور اس منظر کو دیکھ کر ان کے ایمان اور جذبۂ اطاعت میں اور اضافہ ہو گیا۔"

(ج) اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے انداز تربیت کا اتنا پاس ہے کہ وہ خود حضور ﷺ کے تربیت یافتہ گروہ کے ایمان و یقین میں اضافہ کرنے کا سامان پیدا کر دیتا تھا۔ ارشاد ہے:۔

"هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ" (۴۸ : ۴)

"یعنی وہ اللہ ہی تو ہے جس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ اُن کے موجودہ ایمان و یقین میں اور اضافہ ہو۔"

۴۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان اور ایثار کی شہادت ایک خاص رنگ میں

انسان کو جان بڑی عزیز ہے پھر گھر بار میں بڑی کشش ہوتی ہے مگر حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی تربیت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں ایمان و یقین اس درجے کا بھر دیا کہ ان کی نگاہ میں یہ دونوں عزیز ترین چیزیں پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

(۱) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ (۲ : ۲۱۸)

"یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی رضا کے لئے وطن چھوڑا اور اللہ کی راہ میں کفار سے جنگ کرتے رہے وہی اللہ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔"

(ب) لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ۔" (۹ : ۴۴)

"جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ جہاد سے پیچھے رہ جانے کے لئے آپ سے اجازت نہیں مانگتے بلکہ وہ تو اپنے جان و مال سے جہاد کرنے کے لئے بیتاب ہیں اللہ ان متقی لوگوں کو خوب جانتا ہے۔"

(ج) مکی زندگی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافروں کے مقابلے میں جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ مدینہ پہنچ کر ان کی اس خواہش میں اضافہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کرتے ہوئے فرمایا:۔

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ۔" (۲۲ : ۳۹، ۴۰)

"جن مہاجرین سے خواہ مخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے اُن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں، اللہ ہمارا رب ہے۔"

۵۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اخلاص اور للّٰہیت

اللہ کریم کو صحابہ کی للّٰہیت کا اتنا پاس تھا کہ نبی کریم ﷺ کو خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ میرے ان شیدائیوں کی قدر افزائی کے لئے آپ ان کے پاس بیٹھا کریں۔

ارشاد ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (۱۸ : ۲۸)

"یعنی اے میرے نبی! ان لوگوں کے پاس آپ بیٹھا کریں جو اپنے پروردگار کو صبح و شام یعنی ہر وقت یاد کرتے ہیں اور صرف اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔"

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھے۔ وہاں سے اُٹھ کر مسجد نبوی میں آگئے دیکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یادِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ بے اختیار حضور اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلے: اللہ تیرا شکر ہے کہ جن لوگوں کے پاس تو نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا وہ لوگ بھی مجھے عطا فرما دیئے۔

۶۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی ایمان قرار دیا۔

(ا) "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا۔" (۸ : ۷۴)

"یعنی جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ کے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو اپنے ہاں بسایا۔ یہی لوگ حقیقی مسلمان ہیں۔"

اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ مہاجرین و انصار حقیقی مومن ہیں۔

(ب) "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔" (۴۹ : ۱۵)

"یعنی مومن تو وہ ہیں جو اللہ و رسُول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا یہی لوگ سچے مومن ہیں۔"

(ج) مال فے کی تقسیم کے لئے مستحقین کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔" (۵۹ : ۸)

"یعنی (یہ مال فے) ان تارک الوطن فقیروں کے لئے بھی ہے۔ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے اموال سے محروم کئے گئے اور وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسُول کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے ایماندار ہیں۔"

اس ایک جملے میں اللہ نے مہاجرین کے متعلق کتنی شہادتیں سمو دیں:۔

— اول یہ وطن سے نکالے گئے۔

— دوم یہ کہ اپنے مال و دولت سے محرُوم کر دیئے گئے۔

— سوم یہ کہ ان کے پیشِ نظر کوئی دنیوی مفاد نہ تھا بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کے طلب گار تھے۔

— چہارم یہ کہ یہ لوگ دین کی خدمت کے لئے اللہ کے رسُول ﷺ کے دستِ بازو ہیں۔

— پنجم یہ کہ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔

۷۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان سب سے اعلیٰ درجے کا ہے۔

(ا) "الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔" (۹ : ۲۰)

"یعنی جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا، اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی تو کامیاب ہیں۔"

اس آیت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ شہادت دی:۔

— کہ اول یہ کہ اللہ کے نزدیک ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔

— دوم یہ کہ عام ایمانداروں کی کامیابی کا اعلان تو حساب کتاب کے بعد حشر کے دن ہوگا مگر اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کے ان تربیت یافتہ پاکیزہ لوگوں کی کامیابی کا اعلان اُن کی زندگی میں اسی دُنیا میں کر دیا۔

(ب) فضیلت کے اعتبار سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دو درجے بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَىٰ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔" (۵۷ : ۱۰)

یعنی تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال اور جان پیش کی، وہ اور جس نے فتح مکہ کے بعد یہ عمل کیا برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے گروہ کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے ہاں اللہ نے دونوں گروہوں کے ساتھ نہایت اچھے اجر کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو

خوب جانتا ہے"۔

۸۔ باطل کی کوششوں کے باوجود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان پر قائم رہے

(ا) وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (۲ : ۱۰۹)

"یعنی بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لا چکنے کے بعد تمہیں پھر سے کافر بنا دیں حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے (کہ تم حق سے نہیں پھر سکتے) تو تم انہیں (ان کی بدتمیزی پر) معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی دوسرا حکم بھیجے"۔

(ب) وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً ۖ فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ ...... (۴ : ۸۹)

"اور منافق تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہیں اُسی طرح تم بھی کافر ہو کر دونوں ایک جیسے ہو جاؤ تو تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ ان کو دوست نہ بنانا"۔

اللہ نے شہادت دے دی کہ حضور اکرم ﷺ کی تربیت کا رنگ ایسا کچا نہ تھا کہ باطل کی کوششوں سے وہ اُتر جاتا۔ چنانچہ حق کے دو بڑے دشمنوں یعنی اہل کتاب اور منافقین نے انتہائی کوشش کی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان سے پھر جائیں مگر ان کی ہر کوشش بیکار ثابت ہوئی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کا دامن ہرگز نہ چھوڑا۔

۹۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و عمل کی مقبولیت کی شہادت

(ا) لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ " (۹ : ۸۸)

"لیکن اللہ کا رسول اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، اُنہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے اور بامراد ہیں"۔

اس انعام میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی کریم کے ساتھ شامل فرمایا ہے۔

(ب) أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ "

"یعنی اللہ تعالیٰ نے ان (جن کا اوپر ذکر ہوا ہے) کے لئے پہلے سے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے"۔

۱۰۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے رضا کی بشارت

اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قسموں اور ان کی تعداد کا شمار نہیں ایک سے ایک بڑھ کر ہے مگر سب سے بڑی نعمت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود سب سے بڑی نعمت قرار دیا کہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ یعنی کسی کو اللہ کی رضا حاصل ہونا سب سے بڑی نعمت ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق فرمایا:۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔ (۴۸ : ۱۸)

"یعنی اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہو گیا جو ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے"۔

یہ بیعت رضوان کا ذکر ہے۔

۱۱۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقویٰ کی شہادت

ایمان کا محل قلب انسانی ہے تقویٰ کا محل بھی وہی ہے اور دل کی حالت جاننے والا صرف ایک وہی ہے جو علیم "بذات الصدور" ہے اس لئے تقویٰ کی شہادت صرف وہی دے سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور شہادت دے تو وہ مظاہر تقویٰ کی ہوگی۔ تقویٰ کی نہ ہوگی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی تربیت نے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل بدلے اس کی شہادت دیتے ہوئے اللہ کریم فرماتا ہے:۔

(ا) إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا " (۴۸ : ۲۶)

"جب کافروں نے اپنے دل میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین (صحابہ) پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو تقویٰ پر قائم رکھا اور وہ سب سے زیادہ اس کے مستحق اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے"۔

(ب) إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ " (۴۹ : ۳)

"جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے دھیمی آواز سے بولتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ اُن کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے"۔

(ج) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ کی شہادت۔

"وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ " (۳۹ : ۳۳)

"یعنی جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی متقی ہیں"۔

یہاں اللہ کریم نے شہادت دی کہ تقویٰ میں انتہائی بلند مقام حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے دوسرا درجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔

۱۲۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامل شخصیت کی شہادت

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ...... (۴۸ : ۲۹)

"یعنی محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحمدل۔ تو انہیں دیکھے گا

کہ رکوع میں ہیں یا سجدہ میں، اللہ کے فضل اور اُس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں (کثرتِ سجود کی وجہ سے) ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں۔ ان کے یہ اوصاف توریت میں بھی لکھے ہوئے ہیں اور انجیل میں بھی ...."

اللہ کریم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصیت کی ایسی جامع شہادت دی ہے کہ کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ انسان کے اندر تین بڑی قوتیں ہیں۔ قوتِ عقلیہ، شہویہ اور غضبیہ۔ ان تینوں کی خوبی یہ ہے کہ اعتدال پر رہیں۔ قوتِ عقلیہ کے اعتدال کا نام حکمت ہے۔ شہویہ کے اعتدال کا نام عفت ہے اور غضبیہ کے اعتدال کا نام شجاعت۔ اور تینوں کے مجموعی اعتدال کا نام عدالت ہے اور اسی کو اخلاقِ حسنہ کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے شہادت دے دی کہ حضور اکرم ﷺ کی تربیت کا کمال یہ تھا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ تینوں قوتیں اعتدال کے نقطہ پر تھیں۔ یہ کامل شخصیت کی علامت ہے۔

ان سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ نے ایک اور امر کی شہادت دی کہ ان کے یہ اوصاف توریت اور انجیل میں مرقوم تھے جو اب قرآن میں بھی مرقوم ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سچا ایمان وہی کہلائے گا جس کا توریت پر مکمل ایمان ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام کا اُمتی صحابہ محمد ﷺ کے ان اوصاف پر ایمان نہ لاتا اُس کا ایمان قابلِ قبول نہ ہوتا وہ کافر کا کافر ہی رہتا۔

اسی طرح جب صحابہ محمد ﷺ کے یہ اوصاف انجیل میں بھی مرقوم تھے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام پر وہی ایمان مقبول تھا، جو اللہ کی نازل کردہ انجیل پر ایمان ہوتا لہٰذا اگر عیسٰی علیہ السلام کا اُمتی صحابہ محمد ﷺ کے ان اوصاف پر ایمان نہ لاتا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اُس کا ایمان قابلِ قبول نہ ہوتا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب صحابہ محمد ﷺ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

جب وہ پیدا ہوئے، اللہ کے آخری نبی ﷺ نے ان کی تربیت کی، اللہ کی آخری کتاب میں ان کے اوصاف درج فرما دیئے۔ اب اگر کوئی شخص صحابہ محمد ﷺ کے ان اوصاف پر ایمان نہ لائے تو وہ کافر ہی نہیں بلکہ مہا کافر ہوگا کیونکہ اللہ کی آخری کتاب پر اس کا ایمان نہ ہوگا۔

۱۳۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو اللہ تعالےٰ نے معیاری ایمان قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے ہر مومن کے لئے ایمان کا پیمانہ صحابہ کرام کا ایمان قرار دیا کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ نعمت اللہ کے آخری نبی ﷺ کے ہاتھوں ملی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

(ا) "فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا" (۲ : ۱۳۷)

"یعنی (اے میرے نبی کے صحابہ!) اگر اور لوگ اسی طرح ایمان لائیں، جیسے تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت یافتہ قرار دیئے جائیں گے۔"

(ب) "وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ" (۴۹ : ۷)

"اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا اور تمہیں بیزار کر دیا کفر سے، نافرمانی سے اور گناہ سے۔ یہی لوگ تو راہِ ہدایت پر ہیں۔"

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے دو وصف بیان کئے اور ہر وصف کی دو جہتیں بیان فرمائیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ایک جہت۔ دوسری جہت یہ کہ وہ لوگ ایمان کو نہایت عزیز اور محبوب سمجھنے لگے۔ اس لفظ میں خاص نکتہ یہ ہے کہ محبوب سے جُدا ہونا کسی کو گوارا نہیں ہوتا اس لئے صحابہ کرام کا ایمان سے جُدا ہونا ممکن نہیں۔ دوسرا وصف کہ اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں ایمان کو سجا دیا۔ اس میں بھی پھر وہی انسانی نفسیات کا پہلو موجود ہے۔ سجاوٹ انسان کو محبوب ہوتی ہے اس لئے سجاوٹ کی چیز میں گڑ بڑ یا بگاڑ ہرگز گوارا نہیں ہوتا۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو سجا دیا تو اس سجاوٹ میں خلل ڈالنا بھلا کسی کی جرأت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تصویر کا صرف ایک رُخ دکھلانے پر اکتفا نہیں کیا۔ دوسرے رُخ میں بیان فرمایا کہ اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیزار کر دیا مگر کس سے ؛ ایمان کی ضد تو کفر ہے اس لئے صرف کفر سے بیزار کر دینا ایمان کے معیاری اور ناقابلِ تغیر ہونے کے لئے کافی تھا مگر نہیں! اللہ نے فرمایا۔ صحابہ کے ایمان کا مقام اور درجہ یہ ہے کہ ان کو نافرمانی اور گناہ سے بھی بیزار کر دیا۔

پھر بات اس پر ختم نہیں کی بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے استحکام اور معیاری ہونے کی شہادت دیتے ہوئے ایک جملہ اور بڑھا دیا اور اس کا اسلوب اختیار فرمایا کہ أُولَٰئِكَ کہہ کر هُمُ کا اضافہ کر دیا کہ یہی تو راہِ ہدایت پر ہیں۔

(ج) "وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا ....." (۲۲ : ۷۸)

"اے گروہِ صحابہ! اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں چُن لیا اور برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی کسی بات میں تنگی نہیں کی اور تمہارے لئے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین پسند کیا اس نے پہلی کتابوں میں بھی تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی وہی نام رکھا۔"

۱۴۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی معیاری ہونے کی شہادت

انسانی زندگی کے اجزائے ترکیبی دو ہوتے ہیں، ایک نظریہ یا عقیدہ اور دوسرا عمل۔ کامل اور معیاری شخصیت وہ ہوتی ہے جس کے یہ دونوں پہلو عمدہ اور صحیح ہوں نبی کریم ﷺ نے عقیدہ کے سلسلے میں صحابہ کی تربیت جس انداز سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے معیاری ہونے کی شہادت دے دی بلکہ دوسروں کا ایمان جانچنے کا پیمانہ قرار دے دیا۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا حضور اکرم ﷺ کی تربیت نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عملی زندگی میں بھی کوئی تبدیلی پیدا کی یا کوئی انقلاب برپا کیا۔ اس سلسلے میں قرآن کریم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں کو زیرِ بحث لاتا ہے :-

(د) "وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ" (۹ : ۱۰۰)

" جن لوگوں نے سبقت کی ایمان لانے میں مہاجرین میں سے اور انصار میں سے ۔ اور جن لوگوں نے ان دونوں گروہوں کی سچے دل سے پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوئے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان لوگوں کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ عظیم کامیابی ہے ۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو تین گروہوں میں مقید کر کے رکھ دیا ۔ ان کے بغیر اور کسی کو یہ عظیم انعام نہیں مل سکتا ۔

— اول ۔ گروہ مہاجرین مکہ

— دوم ۔ انصار مدینہ

— سوم ۔ پھر قیامت تک آنے والے وہ لوگ جو سچے دل سے عملی زندگی میں مہاجرین و انصار کی پیروی کریں ۔

یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل کے معیاری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کی رضا صرف اسے حاصل ہوگی جو مہاجرین و انصار کی پیروی کرے گا وہ بھی محض ضابطے کی کارروائی نہیں بلکہ دل محبت سے ان کی پیروی مطلوب ہے ۔

(ب) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ...." (۴۸ : ۱۰)

" اے میرے نبی ! جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ۔" ؎

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جا ہے

(ج) اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو جب باطل کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دی تو ان کے دو وصف بیان فرمائے جیسا کہ سورۃ حج آیت ۳۹ میں بیان ہوا ہے ایک یہ کہ وہ مظلوم ہیں دوسرا یہ کہ انھیں ناحق گھروں سے نکالا گیا ۔ اسی سورۃ کی آیت ۴۱ میں اُن کا ایک اور وصف بیان ہوا ہے :۔

" اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ " (۲۲ : ۴۱)

" یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں ملک میں اقتدار عطا کریں تو نماز کی پابندی کریں ، زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔"

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی ایسی قابلِ رشک ہے کہ وہ جس حالت میں ہوں ، اللہ سے ان کا تعلق بدستور رہتا ہے ۔ نبی کریم ﷺ کی تربیت کا کمال یہ ہے کہ اقتدار بھی انھیں راہِ حق سے ہٹا نہیں سکتا ۔ وہ اس حالت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کما حقہ ادا کرتے ہیں ۔ ان کے دل جو اللہ کی محبت سے لبریز ہیں اس لئے کوئی اور محبت اس پر غالب نہیں آسکتی ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے جب کوئی نبی مبعوث فرمایا اسے اس کے فرائض سے آگاہ کیا ، پھر وہ سمیع و بصیر اس کی کارکردگی کا خود مشاہدہ کرتا رہا اور قرآنِ حکیم میں یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ کریم نے انبیاء کی کارکردگی کا اس کتاب میں تذکرہ بھی فرمایا ہے ۔ جہاں تک اللہ کے آخری نبی ﷺ کا معاملہ ہے اس کا تعلق چونکہ رہتی دُنیا تک پوری نوعِ انسانی سے ہے اس لئے اس کے متعلق اس سلسلے میں بہت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے ۔

حضور اکرم ﷺ کے فرائض بیان کرتے ہوئے دو اہم اصول اور بنیادی فرائض کا بار بار ذکر فرمایا :۔

پہلا یہ کہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔ یعنی لوگوں کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان کی نورانی فضا میں لانا ۔

دوسرا یہ کہ یُزَكِّیْهِمْ ۔ یعنی رذائل اخلاق سے پاک کر کے فضائل اخلاق سے ان کے باطن مزین کرنا ۔

مختصراً یہ کہ :۔

(۱) نبی اکرم ﷺ کو دو اہم کام سونپے گئے یعنی کفر سے نکال کے ایمان کے دائرے میں لانا اور ان کا تزکیہ کرنا ۔

(۲) تاریخ بتاتی ہے کہ جہاں تک پہلے کام کا تعلق ہے ایک نبی دُنیا سے شروع کیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں ان نفوس قدسیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس آسمان نے پہلی مرتبہ دیکھا ۔

(۳) اس منظر کو دیکھنے والی انسانی آنکھیں ہی تھیں اور یہ دھوکا بھی کھا جاتی ہیں ! اس لئے وہ ذات جو حقائق کی خالق ہے اس کی نگاہ کبھی دھوکا نہیں کھاتی ، اس لئے اُس نے اس کی شہادت خود دی ۔

(۴) جن افراد کو اللہ کا یہ آخری نبی ﷺ کفر کی ظلمت سے نکال کر نورِ ایمان کی فضا میں لے آیا اُن کا ایمان محض ضابطے کی کارروائی نہیں تھی ۔

(۵) اللہ نے شہادت دی کہ ان کا ایمان حقیقی ایمان تھا ۔

(۶) اللہ نے شہادت دی کہ کفر نے انتہائی کوشش کی کہ انھیں پھر سے کفر کی ظلمتوں میں کھینچ لائے مگر باطل ہر طرح ناکام رہا ۔

(۷) اللہ نے شہادت دی کہ میں نے ان کے دلوں کو جانچا پرکھا ، امتحان لیا اُن میں تقویٰ کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا ۔

(۸) اللہ نے شہادت دی کہ تقویٰ ان کی ذات اور شخصیت کا جزو لاینفک بن گیا ۔

(۹) اُس علیم و خبیر نے شہادت دی کہ تقویٰ کے وصف کے سب سے زیادہ مستحق وُہی تھے اور میرے نبی ﷺ نے اُن میں پوری پوری اہلیت اور صلاحیت پیدا کر دی ۔

(۱۰) نبی اکرم ﷺ کی تربیت کا کمال یہ تھا کہ خود اللہ نے ان کے دلوں میں یہ کیفیت پیدا کر دی کہ ایمان ان کے لئے سب سے زیادہ محبوب بن گیا ۔

(۱۱) اللہ نے شہادت دی کہ مَیں نے اپنے نبی ﷺ کی کوشش کی قدر کرتے ہوئے اس کے تربیت یافتہ افراد کے دلوں میں ایمان کو سجا کر رکھ دیا ۔ اور یوں سجایا کہ دُنیا کی کوئی طاقت اس کو بگاڑ نہ سکی ۔

(۱۲) اللہ نے شہادت دی کہ مَیں نے اپنے نبی ﷺ کی حُسنِ تربیت کی قدر کرتے ہوئے یہ قانون بنا دیا اور اس کا اعلانِ عام کر دیا کہ ان کا ایمان معیاری ایمان ہے ۔ اب جو ان کی طرح ایمان لائے گا وہ مقبول اور جس نے اس معیار سے ہٹ کر ایمان کی کوئی صورت اختیار کی وہ مردُود ۔

(۱۳) اللہ نے شہادت دی کہ میرے رسُول ﷺ نے صحابہ کرام کو نہ صرف ایمان اور

عقیدے میں قابلِ رشک بنا دیا بلکہ ان کی عملی زندگی میں وہ انقلاب برپا کر دیا کہ اب قیامت تک میری رضا صرف اسے نصیب ہوگی جو ان کے نقش قدم پر چلے گا۔
جو شخص میرے نبی ﷺ کے ان تربیت یافتہ افراد کی راہ سے سرمو انحراف کرے گا اس کے لئے جہنم تیار ہے۔

(۱۴) ایک دن آئے گا کہ سب انسان اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے ان کے اعمال کو جانچا جائے گا پھر جزا و سزا کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ جن افراد کی تربیت نبی اکرم ﷺ نے کی، ان کو اسی دنیا میں ان کی زندگی میں یہ بشارت دے دی گئی فوزِ عظیم تمہارے ہی لئے ہے۔ تمہارے علاوہ جس کو کامیابی ملے گی وہ اس وجہ سے کہ اس نے تمہارے نقش قدم پر چل کر زندگی بسر کی ہوگی۔

(۱۵) قرآن حکیم کی ۹۲ آیات ایسی آئی ہیں جو براہِ راست صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال کی آئینہ دار ہیں جو آیات بالواسطہ ان کے کمال کا ثبوت پیش کرتی ہیں اُن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نبی آخرالزماں ﷺ کی حُسنِ تربیت اور کمالِ تربیت کی یہ ساری شہادت اس علیم و خبیر اور سمیع و بصیر ربّ العٰلمین نے دی ہے جو صرف ظاہر صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ
وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ۔
انسانوں کے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ اس لئے اس کی شہادت جسے قبول نہ ہو یا اس کے بیان پر جسے اعتبار نہ ہو اس کے لئے انسان کا لفظ استعمال کرنا، لفظِ انسان کی اور پوری انسانیت کی توہین ہے اس کا مقام یہ ہے کہ
اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔
یعنی انسانی صورت میں وہ ڈنگر ڈھور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔

مستشرقین کی رائے

اہلِ یورپ گو ایمان کی دولت سے محروم ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام دشمنی کا جذبہ رکھتے ہوئے بھی سچی بات ان کے قلم سے نکل ہی آتی ہے۔ اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ وہ دُنیا کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم انصاف اور عدل کی بات کرتے ہیں خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ حقیقت اپنے آپ کو منوا لیتی ہے۔ بشرطیکہ ضمیر مردہ نہ ہو چکا ہو۔

۱۔ مارگولیتھ کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں مگر وہ قرآن کی تعلیمات کے متعلق یہ رائے دینے پر مجبور ہو گیا کہ

"It had created an all but new phase of human thought and fresh type of character. It first transformed a number of heterogeneous desert tribes of the Arabian penensula into a nation of heroes."

(انسانی سوچ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور بالکل نئے انداز کا کردار تخلیق ہوا۔ جزیرہ نمائے عرب کے صحرا نشین قبیلوں کے مختلف النوع قسم کے افراد عظیم شخصیتوں کی قوم میں تبدیل ہو گئے۔)

۲۔ ولیم میور مشہور مستشرق ہے۔ صحابہ کے ایمان کے متعلق لکھتا ہے:۔

"The intense faith conviction on the part of the immediate followers of Muhammad (peace be upon him) is the noblest testimony to the sincerity and his utter self absorption in his appointed task."

(محمد ﷺ کے پیروکاروں کے ایمان اور یقین کی شدت اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ اس سے ان کے اپنے کام میں انہماک ان کے اخلاص کا اعلیٰ ترین ثبوت فراہم ہوتا ہے۔)

۳۔ ول ڈیوران، حالیہ امریکی مفکر حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے متعلق لکھتا ہے:۔

"His massage raised the moral and cultural level of its followers promoted social order and unity inculcated hygiene, lessened superstition and cruelty, lifted the lowly to dignity pride and produced among muslims a degree of sobriety and temperance unequalled elsewhere in the white man's world."

(اس پیغام نے ان کے پیروکاروں کا اخلاقی و تہذیبی درجہ کہیں زیادہ بلند کر دیا۔ معاشرتی ہم آہنگی اور وحدتِ فکر کو پروان چڑھایا۔ ان میں صحت و صفائی کے اصولوں کو پیدا کیا، توہم پرستی اور ظلم کا خاتمہ کیا۔ کمزور طبقوں کو عزتِ نفس عطا کی۔ مسلمانوں میں مقصدِ حیات کی لگن اور سنجیدگی کا وہ معیار پیدا کیا جو سفید فام اقوام کی دُنیا میں نظر نہیں آتا۔)

۴۔ مغربی مؤرخ فلپ کے ہٹی، حضور اکرم ﷺ کی تربیت کے دُور رس اثرات اور نتائج کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے:۔

After the death of the prophet sterile Arabia seems to have been converted as if by magic into a nursery of heroes the like of whom both in numbers and quality is hard to find anywhere.

(حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد وہی عرب جو بانجھ تھا اچانک ایسی قد آور اور عظیم شخصیات کی نشوونما کرنے کے قابل ہو گیا کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی یہ ساحری سے کسی طرح کم نہیں۔)

صقارہ اکیڈمی (دار العرفان)

نے

اِس سال بھی اپنے میٹرک کے نتائج کا ریکارڈ قائم رکھا۔ گذشتہ سالوں کی طرح اِس سال بھی راولپنڈی بورڈ کے میٹرک کے امتحان میں اوّل پوزیشن اور دوم پوزیشن ہمارے طلبار نے ہی حاصل کی۔

راولپنڈی بورڈ میں اکیڈمی کا شاندار ریکارڈ

۱۹۹۰ء اوّل اور دوم پوزیشن
۱۹۸۹ء اوّل، دوم اور سوم پوزیشن
۱۹۸۸ء اوّل اور دوم پوزیشن

یہ سب اللہ کا احسان ہے اور اکیڈمی کے سازگار ماحول، صحیح تربیت، اساتذہ کے مشنری جذبے اور لگن اور طلباء کی محنت کا ثمر ہے۔ کہ چند سالوں میں ہی صقارہ اکیڈمی ملک بھر میں ایک مثالی تعلیمی ادارہ بن گیا ہے۔ شیخ المکرم مدظلہٗ، انتظامی کونسل، پرنسپل اور تمام اساتذہ کی طرف سے تمام طلباء کو میٹرک میں شاندار کامیابی مبارک ہو۔

"ادارہ المرشد"

غلبۂ دین

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: "وہ اللہ ایسا ہے کہ اُس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین (اسلام) دے کر (دنیا) میں بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ اُس کا گواہ کافی ہے۔" (الفتح ۲۸)

قرآن کریم میں تین مقامات پر اظہار دین کا اعلان معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہی سورۂ الفتح کی ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے، تیسری آیت سورۃ الصف میں ہے۔

صلح حدیبیہ سے جو بظاہر مسلمانوں کے حق میں ایک مغلوبانہ صلح نظر آتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل بڑے غمگین تھے یہ سورۃ صحابہ کے مجروح دلوں کے لئے مرہم ثابت ہوئی۔ اس ساری سورۃ میں عجیب عجیب طریقہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلداری کی گئی ہے کہیں ان کے فضائل بیان فرمائے، کہیں انہیں فتح عظیم کی خوشخبری سنائی، کہیں فتوحات کے دعدے کئے گئے اور کہیں انہیں یقین دلایا گیا کہ تمہارے دین کو غلبہ حاصل ہو کر رہے گا، تمہارے اور تمہارے دین کے دشمنوں کو تمہارے دین کے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں ذلیل کیا جائے گا اور کہیں انہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیا گیا۔

قرآنِ حکیم میں بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ دین حق کو تمام ادیان عالم پر غالب کیا جائے، دوم یہ کہ اخوت اسلامی پیدا کر کے اقوامِ عالم سے انتشار، افتراق اور فتنہ و فساد کو ختم کیا جائے مگر ان دونوں میں بھی پہلا امر مقصد ہے اور دوسرا امر اس مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے لہٰذا پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کرام میں باہمی اتحاد اور اخوت کا جذبہ پیدا کر لیا تھا؟ پھر یہ دیکھنا ہے کہ اس جذبے کے ذریعہ کیا حضور اکرم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں دین کو غلبہ حاصل ہوا اور یہ مقصد پورا ہوا۔

اس آیت کریمہ کا حقیقی معنی سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ غلبہ سے مراد کیا ہے؟ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول دلائل و براہین سے غلبہ حاصل کرنا، یعنی دین کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل پیش کئے جائیں کہ دوسرے تمام مذاہب کا بطلان ثابت ہو جائے اور دینِ حق کی حقانیت واضح ہو جائے، یہ غلبہ علم و استدلال کا ہے جو کتابوں اور ذہنوں تک محدود رہتا ہے۔ دوسرا غلبہ وہ ہے جو قوتِ اور حکومت سے جہاد کے ذریعہ اقوام عالم پر حاصل ہو۔ آیاتِ قرآنی میں یہ دونوں قسم کا غلبہ مُراد ہے۔ قرآن حکیم میں جن قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استدلال اور بُرہان کا غلبہ مادی قوت کے سامنے بظاہر کامیاب شمار نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے جو دلائل

اور معجزات پیش کئے ان کے مقابلے میں استدلال کے میدان میں فرعون واقعی ہار گیا مگر اس کے پاس طاقت تھی اقتدار تھا اس لئے غلبہ اسی کا تسلیم کیا جاتا رہا۔ اور حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو ملک چھوڑنا پڑا۔ اسی طرح قریش مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں دلائل وبراہین کے میدان میں ہار گئے مگر قوت ان کے پاس تھی اور حضور اکرمؐ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ مگر یہ وہی مکہ ہے کہ جب حضورؐ آٹھ برس بعد حاکمانہ قوت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو سرداران قریش کو ہار ماننے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا۔ جس طرح دین کے غلبہ کے لئے اہل دین کا اتحاد اور اتفاق ضروری ہے اسی طرح دلائل سے غلبہ بھی سیف و سنان کا محتاج ہے۔ بہرحال ان آیات میں غلبہ سے مراد غلبۂ سیف سنان ہے جس کی دلیل سورۃ الفتح کا نفس مضمون ہے اس میں صحابہ کرامؓ کو کفار کی مغلوبیت اور مغانم کثیرہ کی خوشخبری سنائی گئی اور غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے جنگ کرکے کفار کے مغلوب ہوجانے کے بعد حاصل ہو یعنی جہاد کے بغیر غنیمت حاصل کرنا محال ہے۔ خندق کی کھدائی کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی طور پر قیصر وکسریٰ کے خزانوں کو مسلمانوں کے قبضہ میں آنا مشاہدہ فرمایا۔ ملا باقر مجلسی نے آیت کے شان نزول میں یمن، ایران، روم اور شام پر مسلمانوں کے فتح کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کشفی طور پر ان ممالک کے بادشاہوں کے محلات دکھائے پھر لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ نازل فرما کر اس پر وحی کی مہر ثبت کردی، یعنی اے میرے رسولؐ آپ کے کشف کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام ممالک جو اس وقت دنیا کی مستحکم ترین سلطنتیں ہیں آپ کی امت کے قبضہ میں دے دی جائیں گی۔ اور آپ کے دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حکومتیں دلائل سے مغلوب نہیں ہوتیں بلکہ طاقت اور جہاد سے غلبہ حاصل کیا جاتا ہے۔

اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا میں ایران اور روم کی سلطنتیں مسلمانوں کے قبضے میں دینے کا وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ جہاد کے ذریعہ پورا ہوا اسی طرح لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ سے ان سلطنتوں میں دین حق کے غلبہ کی بشارت سنائی۔ یہ خیال رہے کہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ سے فتح مکہ مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ ایک تو مکہ میں کوئی مستقل حکومت ہی نہیں تھی دوسرا اہل مکہ کا کوئی ایسا دین بھی نہیں تھا جو استدلالی اور مادی قوت کے ذریعے دنیا کے معتدبہ حصے پر چھایا ہوا ہو پھر ملا باقر مجلسی نے بھی وعدۂ غلبہ میں ایران، روم، شام اور یمن کا ذکر کیا ہے لہٰذا مراد بھی وہی ہونے اور یہ کہنا بھی بے محل ہے کہ یہ وعدہ امام مہدی کے زمانہ میں پورا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ ان لوگوں سے کیا جو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ امام مہدی نہ اس زمانہ میں موجود تھے نہ اس کے مخاطب نہ انہوں نے یمن، روم، شام اور ایران کو فتح کیا۔

یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ وعدہ کرے حدیبیہ والوں سے اور حکومت اور خزانے دے امام مہدی کو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ پس ظاہر ہوا کہ لیظہرہ علی الدین کلہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حکومتوں پر جو اس وقت دنیا کی مستحکم ترین حکومتیں تھیں اور ان دینوں پر جو اس وقت اقوام عالم کے ذہنوں پر مسلط تھے۔ دین حق کو غالب کرنے کا وعدہ فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دین حق کا ایسا دوگونہ غلبہ یعنی استدلال اور اقتدار دونوں کا غلبہ مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اقوام عالم پر حاصل نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا جس دور میں یہ وعدہ پورا ہوا اور دوگونہ غلبہ حاصل ہوا وہ اس آیت کا مصداق ٹھہرا۔ اور اس دور کی حکومت قرآن حکیم کی موعودہ حکومت ٹھہری اور اس دور کے حکمران کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ٹھہرا اور اس جانشین رسولؐ کے ہاتھوں اس پیش گوئی کا پورا ہونا بعینہ ایسا ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں یہ وعدہ پورا ہوا۔ اور اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین کو ایسا غلبہ خلفائے ثلاثہ بالخصوص فاروق اعظم کے ہاتھوں حاصل ہوا۔ اظہار دین کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

۱:۔ جو دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے آپ نے اس کی دعوت عام کردی اور پورے کا پورا دین ظاہر کردیا۔ لہٰذا جو دین رسول کریمؐ نے پیش نہیں فرمایا وہ نہ دین

حق ہے اور نہ دین رسول ہے۔ نیز جو دین اس وقت ظاہر نہ ہوا مستور رہا وہ بھی دین رسول نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ۔ رسول کریمؐ نے بعثت کا حق ادا نہیں کیا۔

۲:۔ علمائے شیعہ کو بھی اس حقیقت کا اقرار ہے کہ آیت اظہار دین سے مراد فتوحات ایران اور روم ہیں۔ کہ دین اسلام ان حکومتوں پر غالب آئے گا اور یہ حکومتیں اور ان کے مذہب سب دین حق سے مغلوب ہو جائیں گے۔

۳:۔ یہ حکومتیں اور ان کے خزانے رسول اکرمؐ کے بعد آپ کے پیرو مسلمانوں کے ہاتھ آئیں گے۔ جیسا کہ علامہ باذل نے حملہ حیدری میں بیان کیا ہے۔

یہ پاسخ چناں گفت خیر البشرؐ
کہ چوں جست برق نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ یمن
دوم قیصر روم سوم از یمن

سبب را چنیں گفت روح الامین
کہ بعد از من اعوان و انصار دین
براں ملکہا مسلط شوند!
بہ آئین من اہل آں بگروند

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح فرما دیا کہ اظہار دین یعنی غلبہ دین کی پیش گوئی میرے اعوان و انصار کے ہاتھوں پوری ہوگی اور انہی کے ہاتھوں میرے دین کا غلبہ ان ممالک میں ہوگا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعوان و انصار اور سچے جان نثاروں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی پوری کر دکھائی۔

فجزاھم اللہ عنا احسن الجزاء
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

صفارہ اکیڈمی لاہور

ضرورتِ لیکچرار

۱- انگریزی ۲- اُردو ۳- اکنامکس ۴- شماریات ۵- ریاضی ۶- تاریخ

قابلیت:۔ کم از کم سیکنڈ ڈویژن ایم اے / ایم ایس سی ہو۔ دو ماسٹرز ڈگری رکھنے والے کو ترجیح دی جا سکتی ہے۔ تجربہ رکھنے والے امیدواروں کو قابلِ ترجیح سمجھا جائے گا۔

تنخواہ کا سکیل:۔ مروجہ سکیل سے بہتر تنخواہ ہوگی۔ اس کا انحصار امیدوار کی تعلیم اور تجربے پر ہے۔

سہولیات:۔ فری میڈیکل اور کیمپس میں فری سنگل رہائش دی جائے گی۔

آخری تاریخ:۔ درخواستیں معہ پاسپورٹ سائز فوٹو کے اکیڈمی کو ۳۰ جون ۱۹۹۰ء تک پہنچ جائیں۔
(نوٹ) حلقے کے ساتھی خصوصی توجہ کریں۔

انتظامی کونسل
صفارہ اکیڈمی۔ پوسٹ بکس نمبر ۵۱۲۶۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴

ابلیس

انسان اور خلوص

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ ۔۔۔۔

قُلْ مَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ○ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ○

جب ابلیس کو اللہ جل شانہٗ نے یہ پوچھا کہ اُس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو اُس نے اپنے دلائل دینے کی کوشش کی۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مَیں بہتر ہوں میری پیدائش آگ سے ہے۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا فرمایا ہے۔ اور یہ تو ایک گلا سڑا کیچڑ ہے جسے تھوپ کر آپ نے وجود کی شکل دے دی پھر اس میں رُوح پیدا فرما دی۔

بُنیادی طور پر یہ فلسفہ ہی غلط تھا۔ کون بہتر ہے اور کون بہتر نہیں ہے یہ فیصلہ کرنا اُس ذات کا منصب عالی ہے جو سب کی مالک، سب کو بنانے والی سب کو اوصاف اور سب کو مراتب تقسیم کرنے والی ہے۔ دوسری اور بُنیادی بات یہ ہے کہ جس کام کے لیے اللہ کریم نے حکم دے دیا۔ اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو اُس حکم کو معاذ اللہ غلط ثابت کرے۔ اگر کوئی دلیل کسی طرح سے ثابت ہو تو اُس کا معنٰی یہ ہو گا۔ معاذ اللہ کہ ربِ جلیل نے بھی جو حکم ارشاد فرمایا ہے اُس میں کوئی نقص ہے یا کمی یا غلط ہے۔ حالانکہ اُس کی ذات اُس کی صفات نقائص اور کمیوں سے بہت بالا تر ہے بہت بلند ہے۔

کہ یہ ساری جو بحث یا اُس نے اپنے طور پر جو دلائل گھڑے اُس کا جواب چھوٹا سا اور مختصر سا ملا۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا۔ کہ میری بارگاہ سے تم نکال دیے گئے ہو۔ رد کر دیے گئے ہو۔ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔ تم ہمیشہ کے لیے مردود ہو۔ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اور قیامت تک کے لیے تمہارے لیے کوئی لمحہ واپسی کا بھی نہیں رہا۔ ہمیشہ کے لیے مردود قرار دے دیے گئے ہو ہمیشہ کے لیے رحمت سے محرومی تمہارا مقدر بن گئی ہے۔ اُس روز استدلال پر جو تم نے اور اس رویے پر جو تم نے اپنایا ہے صرف گناہ پر نہیں۔ کیونکہ گناہ کا ہو جانا بڑی بات نہیں۔ لیکن خطا کو جائز ثابت کرنا اس کے لیے حوالے تلاش کرنا اور احکام باری کے مقابلے میں اپنی رائے کو حق پر اور صحیح ثابت کرنا بجائے خود اتنا جرم ہے کہ اس سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔

تو اُس نے یہ سمجھا کہ میرے ساتھ یہ جو کچھ ہُوا ہے اس کا سبب یہ شخص ہے یہ وجود ہے جو نیا ظہور پذیر ہُوا، تخلیق پذیر ہُوا، وجود پذیر ہُوا۔ یہ نہ ہوتا تو کام تو ٹھیک چل رہا تھا۔ اِس کے آنے سے ساری مصیبت بنی اگر مَیں اِس کے سامنے جُھک جاتا تو بھی معاملہ دُرست تھا۔ تو اُس نے کہا اللہ اگر تو مجھے مہلت دے۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ اگر تو مجھے قیامت تک کے لیے مہلت دے دے۔

اللہ کریم نے فرمایا، قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ تجھے فرصت تو دی جاتی ہے لیکن روزِ حشر تک نہیں قیامِ قیامت تک۔ اِس کا یہ مطالبہ تھا روزِ حشر تک کا روزِ حشر وہ دن ہے جس دن موت کو بھی موت آ جائے گی اس کے بعد پھر موت کسی پر وارد نہیں ہو سکتی۔ ربِ جلیل نے فرمایا نہیں اُس دن نہیں قیامِ قیامت تک تا کہ تو بھی موت کا مزا چکھ کر میدانِ حشر میں پہنچے۔ تجھے بھی اِس وادی سے گزرنا پڑے اور قیامت تک مَیں تجھے مہلت دیتا ہوں۔ تو وہ کہنے لگا اللہ کریم تیری عزت کی

قسم اُس نے بڑے وثوق سے اور بڑی زور دار قسم تیری عظمت کی قسم کھائی۔

لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ مَیں سب کو گمراہ کر کے رکھ دوں گا۔ اِس کی جتنی نسل ہوگی، اِس کی جتنی اولاد ہوگی یہ میری بات مانیں گے تیری نہیں مانیں گے۔ اِس کے لیے تُو نے مجھے مردود قرار دے دیا اِس لیے میرے مراتب تو گئے۔ اِن کی وجہ سے مَیں تو جہنمی ٹھہرا۔ اِن کی وجہ سے مجھ پر تو پہاڑ ٹوٹا لیکن یہ مَیں ثابت کر دوں گا کہ یہ بھی اِس قابل نہ تھے اور اِن سب کو گمراہ کر دوں گا۔

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ اُس دن ابلیس نے بھی اِس بات کا اقرار کیا کہ سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ سب کو گمراہ کروں گا سوائے اُن بندوں کے جن کا تیرے ساتھ تعلق خلوص کا ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہی ابلیس ہے۔ ہر کام میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں شیطان نے یہ کرا دیا۔ شیطان ہم سے یہ کرا لیتا ہے۔ شیطان ہم سے وہ کرا لیتا ہے۔ یہ جو ہم خود کہتے ہیں کہ شیطان ہمیں پریشان کرتا ہے یا شیطان نے یہ برے لیے کر دیا۔ اِس کا معنیٰ دوسرے لفظوں میں یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ یہ جو ہمارا اقرار ہے کہ ہم ابلیس کے آگے بھاگ رہے ہیں یا ابلیس ہمیں دَم نہیں لینے دیتا یا ہمارے ہر کام میں اُس کا حکم شامل ہے۔ ہر بات ہم اُس کی مان لیتے ہیں یا ہر کام وہ ہم سے کرا لیتا ہے تو قرآنِ کریم کی رُو سے یہ صرف شیطان کا قول نہیں ہے۔ یہ ربِّ کریم نے نقل فرمایا اگر صرف شیطان کا ہوتا تو بھی ایک طرح سے کہا جا سکتا تھا یہ بات تو ابلیس نے کہی تھی ممکن ہے یہ صحیح نہ ہو تو ربِّ جلیل نے فرمایا،

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔ اور جو میرے بندے ہوں گے اُن پر تیرا بس نہیں چلے گا۔ اور جو تیرا کہا مانیں گے وہ تیرے ساتھ رہیں گے۔ مَیں اُنہیں اپنا بندہ تسلیم نہیں کروں گا۔ مخلوق میری ہے۔ تخلیق مَیں نے کی ہے۔ لیکن اطاعت تیری کرتے ہیں تو مَیں اُنہیں تیرا بندہ شمار کرتا ہوں۔ تو اِس آیت کریمہ نے اور ربِّ جلیل کے اُس ارشاد نے ابلیس کے اِس اقرار نے ایک بات واضح کر دی کہ اگر ہم اپنا تعلق ربِّ جلیل کے ساتھ اخلاص کا کریں تو کھرا کھرا۔ اخلاص کے بہت سے درجے ہیں بے شمار بے حساب، ادنیٰ نام کو تو ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن ایک ایک لقمے کے لیے اللہ کے مقابلے میں غیر اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ایک ایک لقمے کے لیے اللہ پر اعتبار نہیں کرتے۔ جب ہم جھوٹ بول کر پیسہ لیتے ہیں۔ رشوت لیتے ہیں۔ دھوکا کر کے پیسہ کماتے ہیں جھوٹ بول کر سودا بیچتے ہیں۔ یہ ناجائز ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ امیر ہونے کے لیے۔ تو اِس کا مطلب ہے کہ اللہ کی ربوبیت سے ہمارا اعتماد اُٹھ گیا۔ زبانی ہم اللہ کو ربّ کہتے ہیں۔ عملاً ہمارا اعتماد یا اپنی کوشش پر ہے یا کسی دوسرے کی خوشامد جس کی کر رہے ہیں اُس پر۔ دوسرے ہم یہ کرتے ہیں کہ ایک دُنیادار کی اطاعت اللہ کے مقابلے میں زیادہ کرتے ہیں۔ اُس کے لیے اہتمام اُس کی خوشامد، اُس کی بات پر عمل یہ سب ہوتا اِس لیے ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ مجھے دنیوی فائدہ ہے۔ کہیں یہ میرا دنیوی نقصان نہ کر دے۔

لیکن حدودِ شرعی کے اندر رہ کر کسی کی عزت کرنا تو منع نہیں ہے مگر جب حدود کو پامال کر کے کسی کی خوشامد کی جاتی ہے تو یہ بمقابلہ عبادتِ الٰہی کے اُس فرد کی عبادت بن جاتی ہے۔ اخلاص کا ایک عام سا درجہ تو یہ ہے کہ ہم کم از کم دُنیاوی مصائب سے دُنیاوی ضروریات میں تھوڑا سا کھرا پن اختیار کر لیں۔ اور بلا ضرورت نہ بھی اپنی حاجات کے لیے بھی اپنی ضرورتوں کے لیے بھی۔ لیکن وہ سارا تعلق تو اللہ سے رکھیں۔ کم از کم ضرورتاں

کے لیے بھی۔ اِس لیے بھی کہ وہ ہمیں کھانا دیتا ہے۔ اِس لیے بھی کہ اُس نے ہمیں عمر دی زندگی دی، اولاد دی، نعمتیں دیں، اعضا و جوارح دیے، مسلسل نعمتیں دے رہا ہے اِن سب نعمتوں کے حصول کے لیے۔ اِس لیے کہ ہمارے ہر حال سے واقف ہے اِس لیے کہ ہم سے ہر مصیبت دُور کر سکتا ہے تو اِن پریشانیوں سے بچنے کے لیے اِن نعمتوں کے حصول کے لیے ہم اُسے چھوڑ کر کسی دوسری طرف نہ جائیں۔ بلکہ یہ ساری چیزیں اُس سے طلب کریں۔ سارا عجز اُس کے سامنے رکھیں۔ ساری نیازمندی اُس کے دروازے پر رکھیں۔ ساری عاجزی اُس کے سامنے پیش کریں۔ اُس کے سامنے روئیں، گڑگڑائیں، دُعا مانگیں اُس کے ساتھ جھگڑا کریں کہ اللہ تیرے بندے ہیں بتا کہاں جائیں تو ہی یہ ساری چیزیں ہمیں دے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ دُنیا عارضی ہے، وقتی ہے، فانی ہے، ملے یا نہ ملے تھوڑا سا اِس سے بلند ہو جائے اور ابدی اور دائمی نعمتوں کا لالچ کرے۔ قرآنِ حکیم نے جنت کی نعمتوں کو گِن گِن کر فرمایا،

فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ اگر لالچ ہی کرنا ہو تو دُنیا کا لالچ کیسا؟ مثلاً مجھی کو لے لو۔ مَیں سُوکھی روٹی کھاتا ہوں، بغیر گھی کے سالن کھاتا ہوں، بغیر چینی کے چائے پیتا ہوں۔ کیا کھاتا ہوں مَیں۔ دو دن میں مَیں نے دو دو آم کھا لیے۔ تین چار دن کھاتا رہا۔ آج ہفتہ ہو گیا ہے صحت ہی ٹھیک نہیں ہو رہی۔ فروٹ مَیں نہیں کھا سکتا چینی مَیں نہیں پی سکتا باقی بچا کیا۔ ساری مٹھائیاں بھی اُس میں آ گئیں، سارے فروٹ بھی اُس میں آ گئے۔ جو مجھے کھانا منع ہیں۔ گھی میں پکی ہوئی چیزیں بھی اُس میں آ گئیں۔

گھی میں پکی ہوئی ہانڈی بھی اُس میں آ گئی۔ گوشت چربی والا بھی اُس کی طرف چلا گیا۔ تو باقی بچا کیا۔ سوائے خشک روٹی اور دال کے، تو جب دُنیا میں اِن سب نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان کھا نہ سکے دانت گر جائیں چبا نہ سکے۔ قوتِ ذائقہ صرف زبان میں ہوتی ہے۔ حلق سے جو چیز نیچے اُتر جائے وہ میٹھی ہو یا کڑوی ہو وہ پیٹ کے لیے، حلق کے لیے برابر ہے۔ اور اگر قوتِ ذائقہ خراب ہو جائے تو آپ میٹھا کھا رہے ہیں یا بھوسہ کھا رہے ہیں وہ سب برابر ہو جاتے ہیں۔ کبھی کسی ایسے آدمی سے آپ کی ملاقات ہو جس کی قوتِ ذائقہ خراب ہو تو معلوم ہوگا اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کیا کھا رہا ہے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ قرآنِ حکیم فرماتا ہے کہ اگر لالچ ہی کرنا ہو تو دوسرے درجے کا خلوص یہ ہے کہ بالکل کھرا نہ سہی اِس میں لالچ ہی سہی کم از کم آدمی کا اتنا معیار ہو کہ لالچ تو آخرت کا کرے۔ ایسی نعمتوں کا جو نصیب ہوں تو کما حقہٗ اُن سے استفادہ کرے گا۔ جن کے کھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ جن کے کھانے سے کوئی بیماری نہیں ہوگی۔ جن کے کھانے میں کسی میڈیکل ایڈ کی ضرورت نہیں پڑتی کوئی خارجی دوا نہیں کھانا پڑے گی۔ اُس کے ہضم کے لیے کوئی اُس کا سائیڈ ایفیکٹ نہیں ہوگا۔ کوئی اُن میں ایسی بات نہیں ہوگی۔ کہ کسی کو ہضم ہو کسی کو نہ ہو ایسی نعمتیں جو جسے جتنی ملیں گی استفادہ بھرپور طور پر استعمال کر سکے گا۔ دو دن دس دن پچاس دن سال سات سال پچاس سال بلکہ نہ ختم ہونے والا عرصہ اَبَدَ الْاٰبَاد۔ تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی لالچ ہی کرے تو کم از کم دُنیا کو چھوڑ کر آخرت کا کرے دُنیا میں تو جُھوکا بسر ہو جائے گا۔ کتنے لوگ تھے جنہوں نے اُن ممالک کو فتح کیا۔ یہ اُن کے زیرِ نگیں تھا۔ آج بیشتر کی قبریں نہیں ملتیں۔ اور جن کی ملتی ہیں۔ اُن کا حشر کیا ہوتا ہے۔

مَیں ایک دفعہ لاہور گیا جہانگیر کی قبر پر بیٹھے ہوئے لڑکے سوڈے کی بوتلیں پی رہے

تھے۔ پکنک منا رہے تھے۔ اب یہ وہ بادشاہ ہے کہ دکن سے ہمالہ تک اور کابل سے بنگال تک پرندہ اڑ کر اس کے قریب سے نہیں گزرتا تھا۔ یعنی اُس زمانے میں جب نہ بجلی تھی نہ ٹیلی فون تھا نہ موٹر تھی نہ تار تھی تو کابل سے بنگال تک اور ہمالہ سے دکن تک اِس شخص کی سلطنت تھی کوئی دم نہیں مار سکتا تھا اور جو یہ کہہ دیتا قانون ہوتا۔ آج اُس کی قبر ہے اور چھوٹے چھوٹے لونڈے ہیں نہ اُن کا کوئی آگا ہے نہ پیچھا اور وہ مذاق کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے اور بوتلیں پی رہے ہیں اور پکنک منا رہے ہیں اُس کی قبر پر۔ دُنیا میں تو شہنشاہ کا یہ حال ہے۔ بیشتر کی قبریں ملتی ہی نہیں جن کی ملتی ہیں اُنہیں کوئی پوچھتا نہیں۔ عام آدمی تو کسی شمار قطار میں نہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ تیسری چوتھی پُشت کے باپ دادا کی قبر تو ہمیں قبرستان میں نہیں ملتی۔ ایسے بزرگ یا ایسے رشتہ دار جو ہم نے خود دفن کئے تو پچیس تیس سال بعد خود ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ قبرستان میں اُن کی قبر کہاں پر تھی۔ ہمارا بھی یہی حشر ہو گا ہم اُن میں سے ایک ہوں گے تو اگر لالچ ہی کرنا ہو تو کم از کم آخرت کا تو کرے۔

اور اخلاص کی اصل یہ ہے کہ کچھ بھی نہ ملے لیکن مالک تو مالک ہے کچھ بھی نہ ملے۔ صحت نہ ہو، مال و دولت نہ ہو، عزت نہ ہو، حکومت و سلطنت نہ ہو، زور و طاقت نہ ہو، پیسہ دولت نہ ہو، نجات نہ ملے۔ جہنم میں بھیج دے کہیں پھینک دے۔ لیکن اپنی بارگاہ سے دُور تو نہ کرے، اپنے ساتھ تعلق تو رکھوائے مالک تو وہی ہے۔

لیکن یہ بہت مشکل، بہت مہنگا، بہت کمیاب اور بہت زیادہ حوصلہ رکھنا پڑتا ہے۔ نفع ہو یا نقصان مروں یا جیوں، فائدہ ہو یا گھاٹا، کمی آئے یا بیشی رہوں گا اسی دروازے پر کچھ ہو جائے۔

اگر یہ نصیب ہو جائے تو اس راستے سے شیطان گزرتا ہی نہیں اس لیے حضور اکرم ﷺ نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا کہ جس راستے سے عمر آ رہا ہو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ اُن لوگوں کا اخلاص ربِ جلیل سے مشروط نہیں تھا۔

فاقہ کشی ہو۔ ٹھیک ہے فاقہ کاٹیں گے۔ بارِ الٰہا تو راضی رہنا اگر تو ہمارے ساتھ ہے۔ اُحد میں ایک صحابی زخمی ہو گئے اور اُن کے زخموں سے بے تحاشا خون بہہ رہا تھا۔ دوسرے ساتھیوں نے اُٹھایا۔ اُنہوں نے چاہا کہ ان کی مرہم پٹی کریں۔ انہوں نے کہا نہیں میرا زخم تو پٹی والا نہیں۔ میرے چند لمحے ہیں جس قدر جلدی ہو سکے مجھے حضورؐ کے پاس لے چلو۔ تو وہ اُنہیں اُٹھائے تیروں تلواروں میں لڑتے بھڑتے بچتے بچاتے آپؐ تک لے گئے۔ بڑی عجیب بات کہی اُس شخص نے کہنے لگا یا رسول اللہ کیا میں مر جاؤں تو شہید ہو جاؤں گا۔ یعنی اگر اس حال میں میں یہاں مر جاؤں اللہ مجھ سے راضی ہے۔ کیا اس حال پہ اللہ خوش ہے کہہ تو یہ بھی سکتا تھا کہ یا رسول اللہ میرا یہ زخم ٹھیک ہو جائے میرا یہ زخم بھر جائے یا میری صحت واپس آ جائے میری موت ٹل جائے مجھے زندگی مل جائے یہ سب کچھ ساری باتیں بھی تو کی جا سکتی تھیں۔

آپ نے فرمایا بے شک تو شہید ہے۔ تو اُس نے ساتھیوں کو کہا کہ میرا چہرہ حضورؐ کے پاؤں مبارک پر رکھ دو۔ اُنہوں نے رکھ دیا تو جان قبض ہو گئی۔ یعنی منتہائے مقصد یہ تھا کہ رضائے باری کو پا لوں اُس میں جان جانے اُس میں وجود جائے اُس میں جوانی جائے اُس میں گھر قربان ہو اُس میں اُجڑ جائیں اُس میں کچھ بھی ہو جائے میرے مالک کی رضا مجھے مل جائے۔

تو اِس اخلاص کے ساتھ دو طرفہ بات ہے۔ شیطان نے بھی بات کی تو اُس نے کہا کہ اللہ تیری عظمت کی قسم میں اُنہیں نہیں چھوڑوں گا۔ سب کو گمراہ کروں گا۔ میں دیکھتا ہوں یہ جاتے کہاں تک ہیں۔ ہاں وہ لوگ میری رسائی سے باہر ہیں۔ جو تیرے ساتھ معاملہ کھرا رکھیں گے۔ جن کے معاملے میں، تیرے ساتھ تعلق میں کوئی کھوٹ نہیں ہو گا۔ خلوص ہو گا وہ مار نہیں کھائیں گے۔ اور ربِ جلیل نے بھی فرمایا۔ دوسری جگہ قرآن میں ارشاد ہے کہ میرے بندوں پر تیرا افسوں نہیں چل سکے گا۔

تو بڑی ناقص راتے میں جب ہم اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں، اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لیے تو زمین اِس ابلیس نے تنگ کر دی ہے تو میرے خیال میں ہمیں اپنے خلوص کا جائزہ لینا چاہیئے۔ شاید ہمارے خلوص میں کہیں کوئی دراڑ ہے، کوئی کمی ہے۔ ہم اللہ کے ساتھ مخلص نہیں ہیں ورنہ اِس کی کیا جرأت تھی اِس کے لیے وہاں تک رسائی کب تھی۔ یہ کیسے آڑے آ سکتا تھا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا

قَالَ فَالْحَقُّ۔ میں تو حق ہوں۔ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ۔ اور حق ہی فرماتا ہوں۔ کھری بات کرتا ہوں۔ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝ میں تم سے تمہارے تابعداروں سے تیرے اطاعت شعاروں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کتنے زیادہ لوگ تیرے ساتھ جاتے ہیں اور کتنے کم پیچھے رہ جاتے ہیں اِس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں رہے گا وہی جس کا معاملہ کھرا ہو گا۔ خلوص ہو گا خلوص کا معاملہ اور کھرا کھرا اور صاف صاف معاملہ کرے گا۔

اور فرمایا میرے حبیبؐ اِن لوگوں سے کہہ دے اِن سب باتوں کی مزدوری میں تم سے نہیں پاتا۔ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ۔ میرے نبی لوگوں سے کہہ دے کہ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیئے میں تو تمہیں اللہ کی باتیں بتاتا ہوں جو اُس کی طرف سے بطور نصیحت کے اور تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہیں اور ایسی باتیں ہیں جنہیں کل تم بھی ملاحظہ کر لو گے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ۔ جب موقع آئے گا تو تمہیں بھی پتہ چل جائیگا تمہارے اعمال بھی سامنے آ جائیں گے۔ ہاں میں تمہیں قبل از وقت بتا رہا ہوں کہ آج تم سنبھل سکتے ہو اپنا بچاؤ کر سکتے ہو۔ اپنے لیے راستہ منتخب کر سکتے ہو۔ کل جب تمہارے سامنے آئے گی۔ اُس وقت انتخاب کا وقت گزر چکا ہو گا۔

اللہ کریم ہمیں نیکی کی توفیق بخشیں اور گناہوں سے محفوظ بھی رکھیں جو کر چکے ہیں وہ معاف بھی فرمائیں۔ ہماری توبہ قبول فرمائیں اور خلوص کی قیمتی دولت اپنی بارگاہ سے خود ہی عطا فرمائیں وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

خاتم النبیین

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمد سلیم خان

قرآنِ حکیم کی جس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر ہے وہ حسب ذیل ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

ترجمہ:۔ محمد صلی اللہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب پیغمبروں کی مہر یعنی آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

یہ آیت حضرت زید بن حارثہؓ کے منہ بولے بیٹے بننے کی تردید میں نازل ہوئی یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں اور یہ کہ آپ نسب کے اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن رسول امت کا روحانی والد ہوتا ہے اس طرح سب آپؐ کے روحانی بیٹے ہیں۔ آپ تمام نبیوں کی مہر اور آخری پیغمبر ہیں۔ قیامت تک آپ ہی کی نبوت کا دور جاری رہے گا۔ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے۔

قال ابن عباس یرید لو لم اختم بہ النبیین لجعلت لہ ابنا یکون بعدہ نبیا

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر میں آپؐ پر انبیاء کے سلسلے کو ختم نہ کرتا تو آپؐ کو بیٹا عطا کرتا جو آپ کے بعد نبی ہوتا۔

نبی اور رسول کا فرق

شریعت کی اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف سے جدید کتاب یا جدید شریعت لے کر آیا ہو اور نبی وہ ہے جو بذریعہ وحی احکام خداوندی کی تبلیغ کرتا ہو۔ نبی کے لئے جدید کتاب اور جدید شریعت کا ہونا شرط نہیں۔ انبیائے بنی اسرائیل توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق احکامات صادر کرتے تھے مگر ان کے پاس کوئی مستقل شریعت نہ تھی اور نہ ہی مستقل کتاب۔ رسول خاص لفظ ہے اور نبی عام ہے جب نبی کی نبوّت اختتام تک پہنچا دی گئی تو رسالت کا ختم ہونا تو پہلے ہی ثابت ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اور رسالت دونوں کا خاتم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہوا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق میری امت میں تیس بڑے بڑے کذاب اور دجال ظاہر ہوں گے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ نبی ہوں اور حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی نبوت پر دلائل پیش کرنے کے لئے مہلت مانگی تو امام صاحب نے فتویٰ دیا کہ جو شخص اس کی نبوت کی دلیل طلب کرے گا وہ کافر ہے اس لئے کہ وہ ارشاد نبویؐ "لا نبی بعدی" کا منکر ہے۔

اس نبوت کی نفی کر دی گئی خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ظلی ہو یا بروزی ہو۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میری اور انبیاء سابقین کی مثال ایک ایسے محل کی سی ہے جو نہایت خوبصورت بنایا گیا ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو لوگ تعجب سے اس محل کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی ہے سو میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا ہے اور وہ عمارت مجھ پر ختم ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ختم ہوا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قصر نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف)

ہمارے دور میں کچھ حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے قائل ہیں۔ اگر خود مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ خود دعوائے نبوت کرنے سے پہلے ختم نبوت کے قائل تھے چنانچہ ان کی کتابوں میں سے حمامۃ البشریٰ میں لکھا ہے "ہمارے نبی علیہ السلام خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے؟ حالانکہ آپؐ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبی آپؐ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں"

(ص ۶۶ - ۶۷)

اسی طرح ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں۔

"مسیح کیوں کر آسکتا ہے وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار اس کو آنے سے روکتی ہے۔" (صفحہ ۵۲۲)

حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں۔

"وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین"

یہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کفار سے جا ملوں"۔ (ص ۹۶)

یہ تمام تحریرات نومبر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے یہ کہنا شروع کیا کہ میں ظلی طور پر محمدؐ ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۷۶) ظلی طور پر نبوت کا دعویٰ کرنا نہایت بے اصل بات ہے اگر ایسی ظلی نبوت ہوتی تو سب سے پہلے حضرت ابوصدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کو ملتی۔ اگر نہیں ملی تو کسی اور شخص کو کیسے مل سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! نبوت میں سے صرف بشارت دینے والے خواب رہ گئے ہیں۔ (بخاری کتاب التعبیر) نبوت و رسالت کے انقطاع کے باوجود کمالات نبوت کا بقاء اور دوام ہے۔ ہر چند کہ نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن اس کی برکات باقی ہیں یہ برکات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے جاری ہوئے ہیں اور آج تک جاری ہیں۔

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد المؤمن" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ کو نہ میری زمین سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان لیکن مومن بندہ کا دل مجھ کو سما سکتا ہے یعنی میرے عکس اور تجلی کو برداشت کر سکتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا انعکاس کائنات پر ہوتا ہے اور بندۂ مومن کا دل اس تجلی کو برداشت کر سکتا ہے اسی طرح برکات و کمالات نبوت کا انعکاس بھی امت مسلمہ کے دلوں پر اسی طرح ہوتا ہے۔ اور ہر شخص اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق اس آفتاب جہاں تاب کی تجلی کا عکس قبول کرتا ہے۔

جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب پر آپؐ کی شان صدیقیت کا عکس پڑا تو صدیق ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب پر شان تحدیث اور مکالمۂ خداوندی کا عکس پڑا تو محدث اور ملہم ہو گئے آپؐ کی شان امانت کا پرتو حضرت ابوعبیدہؓ پر پڑا تو وہ امین الامت کہلائے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ اور معاذ بن جبلؓ رضی اللہ عنہم پر آپ کی شان تعلیم الکتاب والحکمۃ کا عکس پڑا تو زاہد امت کہلائے۔ غرض یہ کہ ہر شخص اپنی اپنی فطرت اور طبیعت کے مناسب کمالات نبوت کے انعکاس کو قبول کرتا گیا اور اسی رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا چلا گیا۔

دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات کمالاتِ ظاہر و باطن دونوں کی جامع تھی۔ باطنی احوال کو ولایت کہتے ہیں اور ظاہری احکام کا تعلق شریعت سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ولایت کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہوتا ہے اور شریعت کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے۔ ولایت اور شریعت دونوں رسالت ہی کے دو شعبے ہیں۔ اولیائے امت پر نبوت کے شعبۂ ولایت کا انعکاس ہوا جس سے علمِ لدنّی کے چشمے ان حضرات کے قلوب میں جاری ہو گئے اور قلوب کے امراض اور ان کے اسباب و علامات اور ان کی تشخیص اور علاج ان پر ظاہر ہو گیا اور ان افراد سے باطنی احوال کی حفاظت کا کام لیا گیا اسی وجہ سے انھوں نے علم الاحسان یعنی علم التصوّف کو مرتّب کیا۔

دوسری طرف فقہاء کے دلوں پر نبوت کے شعبۂ شریعت کا عکس پڑا جس کی وجہ سے انھوں نے کتاب و سنت کی گہرائیوں میں پہنچ کر علم فقہ کو مرتب فرمایا اور احکامِ شریعت کے حقائق بیان فرمائے۔ ان کے بارے میں کہا گیا "علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل" کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی طرح ہوں گے ایک اور حدیث میں کہا گیا "العلماء ورثۃ الانبیاء" عالم انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

اگر علماء امت کو نبوت مل سکتی تو یہ نہ کہا جاتا کہ وہ انبیاء کرام کی طرح ہوں گے بلکہ نہیں انبیاء کہا جاتا۔ ایک اور حدیث میں کہا گیا ہے۔

"وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق لقوم کافرین"

جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا کہ نبی کے پیچھے نماز پڑھی اس حدیث میں بھی لفظ "کانما" یعنی "جیسے کہ" اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور کسی قسم کی ظلّی بروزی نبوت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں اور نہ کسی فرد کو نبی مان کر، نہ ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو ہر طرح سے کامل اور مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین بنانے پر میں راضی ہو گیا۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
حق تعالیٰ شانہٗ کی امت پر یہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس امت کو مکمل دین عطا فرمایا کہ جس کے بعد نہ اُن کو کسی دین کی حاجت ہے اور نہ کسی نبی کی ضرورت ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۷۹)

پس اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے تو وہ کیا بتلائے گا ضرورت تو اب کوئی باقی نہیں۔ بفرض محال اگر وہ نبی ہوگا تو یقیناً بے ضرورت اور فالتو ہوگا اور یہ بات کم سے کم عقل والا بھی جانتا ہے کہ فالتو اور بےکار آدمی کے جس کی کسی کو ضرورت نہ ہو وہ کبھی نبی نہیں ہوسکتا۔

اوپر درج شدہ آیت سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن یوم جمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عصر کے وقت نازل ہوئی جس وقت کہ میدانِ عرفات میں چالیس ہزار قدسیوں کا مبارک اور رشکِ ملائک مجمع آپ کی ناقۂ مبارک کے گرد جمع تھا۔ آپ نے فرمایا ایہا الناس لانبی بعدی ولا امۃ بعدکم

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ بلاشبہ ہم تم کو زمین کا خلیفہ اور حاکم بنائیں گے جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو بنایا تھا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ پر ایک خاص انعام کا ذکر فرمایا جو نبوت کی خلافت اور نیابت کا ہے جس کا ظہور خلفائے خلفائے راشدین سے ہوا۔ معلوم یہ ہوا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے صرف خلافت باقی ہے جو درحقیقت اسلام کا اصل سیاسی نظام ہے اور جو موجودہ دور کے تمام غلط نظاموں کی خواہ وہ کسی شکل میں ہوں مکمل نفی کر دیتا ہے۔ اسی خلافت کا احیاء تمام امتِ مسلمہ کا اجتماعی فرض ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تشریح حدیث نبوی میں یوں فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا اور البتہ تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء اور امراء ہوں گے جو مسلمانوں کی سیاست اور انتظام کریں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ یعنی جب خلفاء بہت ہوں گے تو اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس سے پہلے بیعت کر چکے ہو اس کی بیعت کو پورا کرو اور اُن کا حق اطاعت اور فرمانبرداری ادا کرو اگر خلفاء تمہارا حق رعایت ادا نہ کریں تو تم ان کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرنا اس لئے کہ تعالیٰ خود ان سے حق رعیت کے متعلق سوال کرے گا۔

(بخاری و مسلم)

حدیث میں مزید ارشاد فرمایا گیا۔

"علماء اور امراء کی بات سننا اور ان کی اطاعت حق اور واجب ہے جب تک معصیت یعنی گناہ کا حکم نہ دیں اور جب گناہ کا حکم نہ دیں اور جب گناہ کا حکم دیں تو پھر ان کی بات کا سننا اور اطاعت کرنا جائز نہیں۔"

ظاہر ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نوعیت کی نبوت بھی ہوتی تو اس کے بارے میں بتایا جاتا لیکن یہاں صرف امراء اولی الامر کے بارے میں بتایا گیا اور ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اگر وہ گناہ کا کہیں تو بات نہ ماننا۔ ظاہر ہے کہ نبی اللہ کی معصیت کا حکم نہیں دے سکتا۔ پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ پہلے انبیاء سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار لیا گیا حدیث میں روایت ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اس بات کا عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اپنے اپنے زمانے میں اس کا اعلان کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ اس کا اعلان کریں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(درمنثور)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی م........ کی دعا بھی ہے اس بارے میں قرآن حکیم میں تذکرہ ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ الخ تو اللہ کی جانب سے یہ ارشاد ہوا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی یہ امت مسلمہ اور یہ پیغمبر آخری زمانہ میں ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۱)

امام .... فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں لکھا ہوا ہے۔

انه کائن من ولدك شعوب حتى ياتى النبى الامى يكون خاتم الانبياء

تیری اولاد میں بہت قبائل اور گروہ ہوں گے کہ وہ نبی امی ظاہر ہوگا کہ جو خاتم الانبیاء ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ فرمایا کہ اے اللہ اس امت مسلمہ میں ایک عظیم الشان رسول بھیج۔ اس امت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ایک عظیم الشان احسان ہے اس لئے امت محمدیہ پر یہ لازم قرار پایا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی درود بھیجا کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا یہ بھی فرمائی تھی کہ۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ۝
وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝

اے میرے رب دے مجھ کو حکم اور مجھے نیکوں میں ملا اور میرا بول پچھلوں میں سچا رکھ۔ آخرین سے مراد آخری امت ہے۔ قرآن حکیم میں جا بجا امت محمدیہ کو آخرین سے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ اس امت کا آخری امت ہونا معلوم ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول کر لی کہ آخرین یعنی اس امت میں کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ کے ذریعہ سے قیامت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر جاری فرما دیا۔

قرآن حکیم میں تین جگہ الگ الگ ارشاد فرمایا کہ "وہی ہے جس نے اپنا رسول بھیجا راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین کہ اس کو سب دینوں کے اوپر کر دے۔"

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دین تمام ادیان کے بعد آیا ہے اور تمام ملتوں کے لئے قیامت تک یہی دین رہے گا۔ اس طرح مرزا غلام احمد کا نبوت کا دعوے صاف جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے

لئے بھیجا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے "کیا لوگوں کے لئے یہ کھلی ہوئی نشانی نہیں کہ اس کتاب اور اس نبیؐ کو علمائے بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں۔ کہ یہ وہی کتاب اور وہی پیغمبر کہ جس کی خبر اس سے پہلے آسمانی صحیفوں میں دی جا چکی ہے۔

ختم نبوت کی شہادت قرآن حکیم نے ہی نہیں بلکہ پچھلے صحائف میں بھی دی گئی ہے اس بارے میں احادیث میں توریت انجیل اور علمائے بنی اسرائیل کی شہادت اور بشارتیں دی گئی ہیں۔

محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام پر وحی بھیجی۔ کہ میں تیری اولاد میں سے بہت سے بادشاہ اور بہت نبی بھیجوں گا یہاں تک اخیر میں حرم والے نبی کو بھیجوں گا جس کی امت بیت المقدس کا ہیکل بنائے گی اور وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا۔ اور اس کا نام احمد ہوگا۔ (طبقات ابن سعد)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ روایت فرماتی ہیں کہ مکہ میں ایک یہودی کاروبار کرتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی رات وہ یہودی قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا یکایک قریش سے پوچھنے لگا کہ کیا اس رات تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے قریش نے کہا کہ ہم کو علم نہیں۔ یہودی نے کہا۔ اے گروہ قریش! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کی تحقیق و تفتیش کرو اس رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے احمد اس کا نام ہے آخری نبی ہے۔ مہر نبوت اس کے دونوں شانوں کے درمیان ہے۔

لوگ یہ سن کر مجلس سے اٹھے تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ اس رات عبداللہ بن المطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے یہودی کو آکر خبر دی۔ یہودی نے کہا مجھ کو ابھی لے چلو اور اس مولود کو دکھلاؤ۔ قریش لے گئے جب یہودی نے آپؐ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور حسرت سے کہا کہ اب نبوت اور کتاب بنی اسرائیل سے چلی گئی اور اہل عرب نبوت سے فائز اور کامیاب ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ج اص ۱۰۶)

نسطورا راہب نے بھی شام میں آپؐ کا حلیہ مبارک بہت غور سے دیکھا اور دیکھ کر کہا یہی شخص یہی شخص آخری نبی ہے۔

(طبقات ابن سعد ج اص ۱۰۱)

شاہ یمن تبع نے ایک بار بلاد عرب کا دورہ کیا۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو کسی وجہ سے اس نے مدینہ کے باشندوں کے قتل کا حکم دیا لیکن دو یہودی عالم بادشاہ کے ہمراہ تھے انہوں نے بادشاہ کو منع کیا اور کہا۔

یہ شہر اس نبی کا دار الہجرۃ ہے جو آخیر زمانہ میں ہوگا۔ بادشاہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور واپس ہو گیا۔ جب مکہ مکرمہ پر گذر ہوا تو خانہ کعبہ کو ڈھانے کا ارادہ کیا۔ ان دو عالموں نے بادشاہ کو پھر منع کیا اور کہا یہ گھر ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا ہے۔

" اور اس خانہ کعبہ کی آئندہ زمانہ میں ایک عجیب شان ہوگی جو کہ اس نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوگی۔ جو آخیر زمانے میں مبعوث ہوگا۔"

بادشاہ نے خانہ کعبہ کا احترام کیا اس کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا اور یمن کو واپس ہوا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۹۴)

حافظ عسقلانیؒ ہرقل شاہ روم کا تذکرہ کرتے ہوئے جس کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا نامۂ مبارک بھجوایا تھا لکھتے ہیں۔

"ہرقل کا اعتماد آپؐ کی نبوت کے بارے میں اسرائیلی روایات کی وجہ سے تھا تمام اسرائیلی روایتیں اس پر متفق ہیں کہ وہ نبیؐ جو آخر زمانے میں ظاہر ہوگا وہ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہوگا۔"

(فتح الباری جلد اول ص ۱۴۰)

سعد بن ثابت سے روایت ہے کہ بنی نضیر کے یہودی علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کرتے تو یہ کہتے

"بلاشبہ یہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور توریت اور انجیل میں ان کا نام احمد ہے۔"

(خصائص کبریٰ از سیوطی جلد اول ص ۲۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کے ضمن میں ایک روایت میں ہے کہ جب مسجدِ اقصیٰ میں آپؐ نے نماز پڑھائی تو فرشتوں نے جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ هذا محمد الرسول الله خاتم النبيين یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔

اسی معراج کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے تو حضرت ابراہیم نے فرمایا۔

"اے بیٹے! آج کی رات تم اپنے پروردگار سے ملوگے اور تیری امت سب سے آخری امت ہے اور سب سے ضعیف اور کمزور ہے جہاں تک ممکن ہو اپنی امت کی سہولت کی کوشش کرنا۔"

(فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے معراج کی حدیث میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔

" اور میں نے تیری امت کو اول امم اور آخر امم بنایا یعنی فضیلت اور مرتبہ کے اعتبار سے اوّل اور ظہور کے اعتبار سے آخری امت اور تیری امت میں ایک قوم ایسی بنائی کہ جن کے دل انجیل ہوں گے یعنی حفاظِ قرآن اور تم کو نورانی اور روحانی اعتبار سے پہلا نبی اور بعثت کے اعتبار سے آخری نبی بنایا اور تم کو ہی دورۂ نبوت کا فاتح وخاتم بنایا۔

(خصائص کبریٰ جلد اول ص ۱۷)

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ عرش کائنات کا آخری مقام ہے آخری نبی کو آخری مقام تک سیر کرائی تاکہ ان کا آخری نبی ہونا خوب واضح اور آشکار ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

عنقریب تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

حدیث میں ہے کہ حشر کے روز حضورؐ کی خدمت میں سب لوگ یہ عرض کریں گے کہ اے محمدؐ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں معاف کی ہیں آپ ہمارے لئے اللہ سے شفاعت کیجئے۔

(مسلم و بخاری)

اس وقت اقرار کرنے والوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ماننے والے بھی ہوں گے مگر اس وقت کا اقرار مفید نہ ہوگا۔ زندگی میں خاتم النبیین کا اقرار نہ کرنے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو تمام انبیاء سے افضل قرار دینے والے قیامت کے دن جواب سوچ سکتے ہیں۔

آخر میں قبر کی زندگی کے بارے میں ایک بات عرض کر کے ختم نبوت کے دلائل کو ختم کرتے ہیں کہ قبر کی زندگی ان حقائق میں سے ہے جس کا ہم میں سے ہر ایک کو جلد یا دیر سے بالآخر ضرور سابقہ پڑے گا۔ یہ وہ جگہ ہوگی جہاں ہماری تمام تر ذہنی وعلمی موشگافیوں کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔ وہاں بعثت کے بکھیڑوں سے کوئی چیز ثابت نہ کی جائے جا سکے گی ہر چیز بالکل واضح اور صاف صاف نظر آجائے گی۔ دنیا کے تمام تر لالچ، نوکریاں، تجارت الغرض ہر چیز انتہائی بے معنی اور لاحاصل نظر آئے گی۔ وہاں نکیرین کو جواب دینے کی پریشانی سے بڑھ کر پریشانی نہ ہوگی اور صحیح جواب سے زیادہ راحت نہ ہوگی۔ قرآن حکیم اسی روز کے بارے میں فرماتا ہے کہ

" اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو محکم اور مضبوط قول پر دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی۔"

احادیث سے ثابت ہے کہ یہ آیت سوالِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی کہ اہلِ ایمان اللہ کی توفیق سے دنیا میں بھی اور قبر میں بھی نکیرین کے سوال کے وقت بھی کلمۂ حق پر قائم اور ثابت قدم رہتے ہیں

تمیم داری رضی اللہ عنہ سے حدیث میں روایت ہے کہ مردہ نکیرین کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں نکیرین کہتے ہیں تو نے سچ کہا۔" (تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خاتم النبیین کی شفاعت قیامت کے دن نصیب فرمائے اور دنیا کی زندگی ہی میں اس موضوع کے بارے میں شرح صدر عطا فرما کر ہر قسم کی گمراہی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

★ کرنل محبوب خان صاحب کی اہلیہ ۲۸ رمضان المبارک کو کراچی میں انتقال فرما گئیں۔

★ ملک محمد سلیمان صاحب (کالا ڈپو جہلم) کے چچا حاجی ماسٹر محمد سرور صاحب ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے

تمام پڑھنے والوں سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

روحانی معالج

اللہ دِتّہ تمیمی

اللہ کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہم کو مسلمان گھرانوں میں پیدا کیا۔ اور مسلمان بنایا۔ ہم سب عملی طور پر خواہ کس حال میں ہی کیوں نہ ہوں اللہ رب العزت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں۔ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے امیدوار بھی ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن و سنت پر عمل کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے اور اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کسی کو انکار نہیں کہ حقیقی زندگی کا لطف بھی آقائے نامدار سرور کونین سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کے مطابق زندگی میں ہے۔ تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی زندگی غیر اسلامی طریقے پر گزار نے سے مطمئن ہیں؟

کتنی حیرانی کی بات ہے کہ ہم جھوٹ کو بُرا سمجھتے ہیں لیکن اس کے باوجود جھوٹ بولتے ہیں۔ زنا کو گناہ کبیرہ تسلیم کرتے ہیں لیکن پھر بھی اس فعل کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اللہ کریم اور آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی آپ کے احکام اور آپ کے مبارک اور احسن طریقوں کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں۔ برائی کو بُرا سمجھتے اور اچھائی کو اچھا سمجھتے ہوئے برائی کی طرف راغب اور اچھائی سے دور ہیں۔ اور جو ٹوٹی پھوٹی عبادت کرنے والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عبادت میں ہمارا دل نہیں لگتا۔ نماز میں دھیان نہیں رہتا وسواس اور گندے خیالات ذہن پر چھائے رہتے ہیں۔ ہمارا تو یہ حال ہے جبکہ ہمارے خالق اور مالک کا حکم ہے۔

اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

نماز کے بارے میں آپ کا ارشاد پاک ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ اور مومنین کی صفات بیان فرماتے ہیں۔

بے شک مومن لوگ فلاح پانے والے ہیں جو کہ نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔ جبکہ منافقین کے بارے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ وہ نماز میں سستی اور کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ اور پھر اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وہ اللہ رب العزت کی قسم جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصفانہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں۔

اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کے حکم سے پورا قرآن پاک بھرا ہوا ہے۔

اب ایک بات تو یہ ہے کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اعتماد نہیں اور ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کی کوئی وقعت نہیں۔ اس صورت میں تو خود کو مسلمان کہلوانا زیب ہی نہیں دیتا اور نہ ہی کہلوانا چاہیے۔ ہم جو کچھ بھی بن جائیں لیکن کم از کم مومن یا مسلمان نہیں بن سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حق اور سچ ہیں اور ہم خود بیمار او رکمزور ہیں جاننے اور ماننے کے باوجود ہم اطیعو اللہ و اطیعو الرسول پر کاربند نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے اکثریت اسی زمرے میں شامل ہے۔ اور حقیقتاً روحانی مریض ہیں۔

انسان مادی جسم اور روح سے مرکب ہے۔ مادی جسم کی غذا مادی خوراک ہے جبکہ روح کا تعلق عالم امر سے ہے اور روح کی غذا اللہ تعالیٰ

کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ کریم کلام پاک میں فرماتے ہیں۔
"ہم نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے۔"

جس طرح کہ ایک بیمار آدمی بہترین اور لذیذ کھانا کھانے میں لذت محسوس نہیں کرتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو اپنے پسندیدہ اور لذیذ کھانے کو اپنے سامنے پڑا ہوا دیکھ کر بھی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح جب آدمی کی روح مریض ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کر سکتا۔ قرآن وسنت کی پیروی نہیں کرتا کیونکہ عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوتی اور دل اللہ رب العزت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

ہم جب بیمار ہیں تو صحت حاصل کرنے کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں ایک ڈاکٹر کے پاس اگر صحیح نہ ہوں تو پھر دوسرے کے پاس جاتے ہیں اور دوسرے کے پاس بھی افاقہ نہ ہو تو کوئی تیسرا تلاش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بیماری سے جان چھڑانے کے لئے آخری مرحلے تک کوشش جاری رہتی ہے۔ اسی طرح ہم کو اپنی بیمار روح کی صحت کے لئے علاج کی فکر کرنا چاہیئے اگر ہم اپنی بیمار روح کی صحت کے متلاشی ہیں اور یہ خواہش دل میں رکھتے ہیں کہ ہماری نماز میں خشوع وخضوع اور عبادات میں توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔

اللہ کریم کے احکام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرنے میں ایک لطف اور لذت محسوس ہو تو ہمیں بھی کسی ایسے روحانی معالج کے پاس جانا چاہیئے جو کہ ہمارا علاج کرے اور جس سے علاج کرانے والوں کی اکثریت صحت مند ہو۔ جسمانی معالج اور روحانی معالج میں ایک خاص فرق ہے جسمانی معالج کے لئے ضروری نہیں کہ علاج کرنے سے پہلے وہ خود بھی صحت مند ہو یا جو دوائی بتاتا ہے خود بھی کھاتا ہو جس چیز سے روکتا ہے خود بھی رکتا ہو۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر سگریٹ پینے سے منع کرتا ہے لیکن وہ خود سگریٹ پیتا رہتا ہے۔

جب کہ روحانی معالج کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تو وہ خود تندرست ہو دوسرا جو کچھ بتاتا ہے خود بھی کرتا ہو اور جس چیز سے روکتا ہے۔ خود بھی نہ کرتا ہو

روحانی معالج جن کو صوفیائے کرام، مشائخ عظام یا اہل اللہ کہا جاتا ہے خود بھی قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں عبادت کی لذت سے آشنا ہوتے ہیں۔ معرفت باری تعالیٰ اور قرب الٰہی کے منازل سے نہ صرف واقف ہوتے ہیں بلکہ ان منازل کو طے کرنے میں آخر عمر تک لگے رہتے ہیں۔ ایسے حضرات کے پاس بیٹھنے سے اور ان کی بتائی ہوئی دوا کو ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کرنے سے اللہ کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے جنت کے شوق اور جہنم کے خوف سے بالاتر ہو کر عبادت الٰہی میں ایک خاص لذت نصیب ہوتا ہے جس کو بیان کرنے کے لئے الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں بلکہ پر لطف اور احسن طریقے سے زندگی گزارنے کا سلیقہ آ جاتا ہے۔

یہ روحانی معالج روح اور جسم کے مرکز دل کی اصلاح پر زور دیتے ہیں اور ذکر الٰہی کی دوا علاج تجویز کرتے ہیں اور اس کی پابندی کرواتے ہیں۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔
"انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو تو پورا جسم بھی خراب ہو جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ دل ہے۔"

اللہ کریم کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔
"یوں نہیں بلکہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے دلوں پہ زنگ لگ گیا ہے۔"

یعنی خواہشات کی پیروی اور قرآن وسنت کی نافرمانی کی وجہ سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے۔ اگر اس کو صاف کر دیا جائے اور اس کی اصلاح کر دی جائے تو پورے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے دل کا زنگ اتارنے اور اس کو صاف کرنے کی دوا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے یہی اللہ رب العزت کا ذکر روح کی بیماریوں کا علاج بھی اور اس کی غذا بھی ہے اسی سے روح صحت مند بھی رہتی ہے۔ دلوں کی صفائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"ہر چیز کو صاف کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کی صفائی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتی ہے صوفیائے کرام اسی دل پہ محنت کراتے ہیں اور اللہ ہو کی ضربوں سے اس کی صفائی کراتے ہیں گو کہ روحانی معالج روحانی مریض کے علاج کے لئے وقت اور حال کے لحاظ سے مختلف طریقہ ذکر تجویز کراتے ہیں لیکن یہ ایک روز روشن کی طرح حقیقت ہے کہ اہل اللہ کے پاس بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنے سے زندگی کا رخ بدل جاتا ہے حرام اور حلال کی تمیز آ جاتی ہے اللہ کریم کے احکام اور نبی کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرنے میں کیف و سرور نصیب ہوتا ہے۔

روحانی معالج سے علاج کرانے سے پہلے ایک خاص اور اہم بات ذہن نشین ہونا چاہیئے کہ جس روحانی معالج کے پاس ہم جائیں وہ خود بھی روحانی طور پر صحت مند ہو اس کی زندگی قرآن وسنت کا نمونہ ہو اور اس کے پاس علاج کرانے والوں کی اکثریت بھی صحت مند ہو۔ وہ جو دوائی یعنی ذکر الٰہی کی تعلیم دیتا ہو خود بھی اس پہ کاربند ہو۔ پہلے اپنی تسلی کر لیں اگر دل مطمئن ہو جائے تو پھر اپنے آپ کو اپنے روحانی معالج اپنے شیخ کے حوالے کر دے اپنی

مرضی چھوڑ کر شیخ کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کریں انشاء اللہ اس کا اثر آدمی خود اپنی عملی زندگی میں انقلاب آنے پر محسوس کرتا جائے گا۔

ایک بات اور ہے کہ جسمانی مریض کو بھی فائدہ تب ہی ہوتا ہے جب کہ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق دوائی استعمال کرے گا لیکن اگر کوئی دوائی اپنے پاس رکھتا جائے لیکن اسے استعمال نہ کرے تو ممکن ہے کہ اس کے پاس دوائی کی وافر مقدار جمع ہو جائے لیکن صحت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اگر کوئی علاج کے لئے اپنے شیخ کے پاس جائے لیکن شیخ کے فرمان کے مطابق صبح و شام ذکر الٰہی کی پابندی نہ کرے تو اسے روحانی بیماریوں سے آگاہی تو ہو جائے گی لیکن صحت مشکل ہے۔ ہاں البتہ ذکر الٰہی کرنے والوں کے پاس بیٹھنے سے اور شیخ کے پاس حاضر ہوتے رہنے سے ذاکرین کی برکات سے مستفیض ہوتا رہے گا کیونکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاکرین کی جماعت کے بارے میں ارشاد ہے۔

"یہ وہ قوم ہے جس کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا ہے۔"

جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ کیا آج ایسے لوگ موجود ہیں؟ ان کو کیسے تلاش کیا جائے کیا یہ آج بھی مل سکتے ہیں؟ تو یقیناً اللہ کی زمین اللہ کے مخلص بندوں سے خالی نہیں ہے۔ اللہ کریم کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم کو ایک ایسا روحانی معالج عطا فرمایا جو کہ علم و عمل میں مکمل صحت مند اور کامل انسان تھا جس کے پاس آنے والے ہزاروں قریب المرگ روحانی مریضوں کو صحت یاب ہوتے دیکھا گیا۔ جو نہ صرف صحت یاب ہوئے بلکہ جہاں جہاں گئے لوگوں کی ہدایت کا سبب بنتے گئے۔ ؎

خود نہ تھے جو راہ پر
وہ اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی
جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

اللہ کریم اس عظیم ہستی پر کروڑوں اربوں رحمتیں نازل فرمائے جس نے فرش نشینوں کو عرش نشین کیا اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق معرفت باری اور قرب الٰہی کا حصہ عطا فرمایا یہ تھے ہمارے راہبر، ہمارے پیشوا، ہمارے عظیم استاد مکرم۔ شیخ معظم اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ اب چکڑالہ ضلع میانوالی کے قریب مرشد آباد میں ابدی آرام فرما رہے ہیں۔ ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کردی

اور اب آپ کے خصوصی تربیت یافتہ شاگرد، زندگی میں ہی آپ کے ساتھی آپ کے جانشین موجودہ شیخ سلسلہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال میں روحانی معالج کے فرائض انجام دے رہے ہیں جب کہ آپ کے خلفائے مجاز اور تربیت یافتہ شاگرد پاکستان کے ہر حصے میں اور بیرون ملک مختلف جگہوں پر مخلوق خدا کی روحانی بیماریوں کا علاج کرنے کی عملی سعی کر رہے ہیں تاکہ خدا سے روٹھی ہوئی مخلوق خدا کا رشتہ اپنے خالق اور مالک سے جڑ جائے۔

دارالعرفان منارہ سرگودھا چکوال روڈ پر واقع ہے جہاں پر یہ روحانی علاج گاہ اور درسگاہ واقع ہے۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ اور اس کے بعد چالیس روزہ تربیتی اجتماع یہاں پر روحانی علاج کرانے والوں کا خصوصی موسم ہے۔

سلسلہ عالیہ میں روحانی علاج اور باطنی اصلاح کے لئے ذکر اسم ذات "اللہ ہو" کی صبح و شام پابندی کرائی جاتی ہے اور ذکر قلبی پاس انفاس طریقے سے کیا جاتا ہے یعنی ہر سانس اور دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ "اللہ ہو" ہوتا رہے اور کوئی سانس اللہ کریم کے ذکر سے خالی نہ ہو۔

جو شخص بھی اپنا روحانی علاج کرانا چاہتا ہے جس کسی کو عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پانے کی طلب ہے جو بھی اپنی نماز میں خشوع و خضوع اور عبادات میں کیف و سرور حاصل کرنے کا خواہشمند ہے دل میں برکات نبوت کی کیفیات حاصل کرنے کی تمنا رکھتا ہے مزید یہ کہ روحانی طور پر بارگاہ نبوت میں حاضری کا طلبگار ہے قرب الٰہی اور منازل سلوک طے کرنے کا صدق دل سے امیدوار ہے تو آئے حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کے ساتھ رابطہ قائم کرے یا آپ کے خلفائے مجاز اور تربیت یافتہ شاگردوں کے پاس بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دے۔ انشاء اللہ انشاء اللہ وہ خود محسوس کرے گا کہ اس کی بیمار روح صحت یاب ہو رہی ہے۔

ہم نے آزمایا ہے اور بقدر استعداد حصہ پایا ہے آپ بھی آزمائیں اور اپنی آخرت کو ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی اپنا حصہ پائیں۔ اللہ کریم اس کی حفاظت کرے۔ آمین۔

اللہ کریم ہم سب کو روحانی طور پر صحت مند بنائے مجھے بھی اور ہم سب مسلمانوں کو خلوص و محبت کے ساتھ قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنا پیارا اور مبارک نام محض اپنے لئے کامل یکسوئی پوری توجہ اور دھیان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لینے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان نصیب کرے۔ آمین۔

دارالعرفان میں

اعتکاف

ڈاکٹر ظہور الحق

جیساکہ قارئین المرشد جانتے ہیں، سنت موکدہ علی الکفایہ اعتکاف ۲۰ رمضان کو غروب آفتاب سے ذرا پہلے سے شروع ہوکر شوال کا چاند دکھائی دینے تک کیا جاتا ہے۔ اس کا واحد مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ دارالعرفان کا اعتکاف اس اعتبار سے دنیا بھر میں منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ اس میں عبادات کے ساتھ ساتھ تزکیہ باطن اور تصوف و سلوک کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اعتکاف کا سلسلہ ۱۹۷۶ء سے منارہ میں شروع ہوا تھا جو ۱۹۸۰ء تک وہاں ہوتا رہا اور ۱۹۸۱ء سے دارالعرفان میں ہر سال ہوتا ہے۔ اس سال کا سنت اعتکاف ۱۶ اپریل شام ۳۰-۶ سے شروع ہوکر ۲۶ اپریل شام ۷ بجے ختم ہوا۔ پہلے دن مغرب کی نماز میں تقریباً ۴۵۰ افراد موجود تھے جو کہ سب کے سب سنت اعتکاف کے لیے آئے تھے۔ بعدازاں نفلی اعتکاف کے لیے بہت سے احباب شامل ہوتے رہے۔ کل ملا کر تقریباً سات سو ساتھیوں نے حصہ لیا۔ ان میں چند احباب دوسرے ممالک سے بھی تشریف لائے تھے۔ اس لحاظ سے یہ ایک بین الاقوامی اجتماع تھا۔

دارالعرفان کی وسیع و عریض عمارت کا دامن اتنی کثیر تعداد میں ساتھیوں کے لیے تنگ ہوگیا اور صحن کے دونوں اطراف بنے ہوئے ۸ ذیلی کمرے جہاں عام حالات میں صقارہ اکیڈمی کے طلباء رہتے ہیں۔ انہیں معتکفین کے طور پر استعمال کرنا پڑا۔ تب جاکر بمشکل تمام ساتھی رہائش پذیر ہوسکے۔ معتکفین کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ آئندہ سالوں میں یہ جگہ ذیلی کمروں کے ساتھ بھی معتکفین کے لیے کم پڑے گی۔

یہ ادارہ محض جماعت کی خدمت کے لیے وقف ہے۔ اس کے اخراجات صرف رضاکارانہ تعاون سے ہی چلتے ہیں۔ امریکہ میں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ اپنی آمدنی کا دس فیصد حصہ چرچ کو دیتے ہیں۔ کیا ہم یہاں اپنی آمدنی کا ایک فیصد بھی اس عظیم ادارے کو نہیں دے سکتے۔ یہ ادارہ ساتھیوں کی ہی خدمت کرتا ہے۔ پہلے تو حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی اس ادارہ کی معتد بہ امداد کیا کرتے تھے کیونکہ وہ بڑے زمیندار اور مائن اونر تھے۔ لیکن اب دربار نبوی کے اس حکم کے بعد کہ سلسلہ کے لیے اور زیادہ وقت صرف کرو، حضرت نے اپنی تمام کاروباری مصروفیات ترک کردی ہیں اور ہمہ وقت ساری دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے کوشاں ہیں حالانکہ ان کی صحت بھی کام کی زیادتی کی وجہ سے دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔ ۷ مئی سے

حضرت جی مغربی ممالک کے ڈیڑھ ماہ کے دورے پر تشریف لیجا رہے ہیں۔ رمضان المبارک کے دوران انہوں نے اسرار التنزیل کی چوتھی جلد سورہ یوسف تک مکمل فرمائی ہے۔ تیسری جلد جو کہ سورہ انفال تک ہے پچھلے رمضان المبارک میں مکمل کی تھی۔ پہلے ہی منظر عام پر آچکی ہے۔ قرآن پاک کی یہ ایک منفرد تفسیر ہے جس میں تصوف کی گتھیوں کو احسن طریقہ سے سلجھایا گیا ہے سالکین کے لیے اس کا پڑھنا ضروری ہے۔

بات تھوڑی سی اور طرف نکل گئی جبکہ عرض کرتے کا مقصد یہ تھا کہ سائیتوں کو دار العرفان کی اعانت دینی فریضہ کے طور پر کرنی چاہیئے۔ یہ ادارہ سالکین کی باطنی تربیت و ترقی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ دین اسلام کی تکمیل سلوک و تصوف کے بغیر ممکن نہیں۔

اعتکاف کے دوران کھانے کے لیے ہر ساتھی کو اپنا خرچہ خود برداشت کرنا ہوتا ہے۔ کھانے میں سحری کا کھانا اور چائے۔ شام کو پہلے افطاری اور نماز کے بعد کھانا اور چائے فراہم کیا جاتا ہے۔ خدمت کرنیوالے ساتھیوں کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت مستعدی سے اور چابک دستی سے اپنے تمام فرائض فی سبیل اللہ ادا کیے۔ اور اتنی کثیر تعداد میں آئے ہوئے ساتھیوں کو بروقت کھانا کھلاتے رہے۔ خدمت گروپ کے انچارج ہیڈ ماسٹر محمد خاں صاحب تھے۔

معتکفین کے شب و روز کا پروگرام یہ تھا۔

بیداری	۲٫۰۰ بجے صبح
نوافل و سحری	۳٫۳۰
اجتماعی ذکر	۴٫۰۰ تا ۴٫۴۵
نماز فجر	۵٫۰۰
تلاوت و اشراق	۶٫۰۰ تک
آرام	۶٫۰۰ تا ۸٫۰۰
اجتماعی ذکر	۸٫۰۰ تا ۹٫۰۰
تربیتی کورس	۹٫۰۰ تا ۹٫۴۰
گروپ وار ذکر	۹٫۴۰ تا ۱۰٫۴۰
اجتماعی ذکر	۱۰٫۴۰
آرام	۱۱٫۰۰
نماز ظہر	۱٫۱۵
گروپ وار ذکر	۲٫۰۰ تا ۳٫۰۰
تلاوت	۳٫۰۰ تا ۳٫۳۰
بیان شیخ المکرم	۳٫۳۰ تا ۴٫۳۰
نماز عصر	۵٫۱۵
اجتماعی ذکر	۵٫۲۵
ذاتی تقاضے، انفرادی اوراد و وظائف	۶٫۰۰ تا مغرب
افطاری - نماز مغرب - کھانا	
نماز عشاء و تراویح	۸٫۳۰ تا ۹٫۱۵
اجتماعی ذکر	۹٫۱۵
آرام	۱۰٫۰۰ بجے رات

اعتکاف کا یہ اجتماع اس لحاظ سے بھی منفرد تھا کہ معتکفین کی تعداد مقامی مستقل آبادی کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی اور تمام مسجد معتکفین سے بھری رہتی تھی۔ اس لیے عام مساجد کی طرح معتکفین کے لیے کوئی علیحدہ گوشہ مخصوص نہ تھا۔ جہاں انکو یہ احساس ہو سکتا ہو کہ وہ دوسروں سے بہتر کام کر رہے ہیں یعنی اس اعتکاف میں ریاکاری کا شائبہ تک نہ تھا۔ بلکہ ہر ساتھی تربیت تلاوت و اذکار اور نوافل وغیرہ میں دوسروں سے آگے نکلنے میں کوشاں تھا۔ بہت سے ساتھی روزانہ صلوٰۃ تسبیح ادا کرتے تھے جو کہ گھروں کے ماحول میں بہت کم نصیب ہوا کرتی ہے۔ حافظ غلام جیلانی صاحب اور مقبول احمد شاہ صاحب دوران اعتکاف طرز عمل کے بارے میں وقتاً فوقتاً ہدایات جاری فرماتے رہتے تاکہ کسی ساتھی کے اعتکاف میں کوئی نقص نہ رہ جائے اور لاعلمی کی وجہ سے کسی کا اعتکاف ٹوٹ نہ جائے۔

تربیتی پروگرام کے لیے ساتھیوں کو چند گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن میں لطائف والا گروپ، مراقبات ثلاثہ کا گروپ، مسجد نبوی ؐ تک کے مراقبات کا گروپ اور روحانی بیعت شدہ مع اس سے اوپر والے ساتھیوں کا گروپ۔ ان گروپوں کے انچارج حافظ غلام قادری (طلباء گروپ) دلاور خاں، قاضی محمد اسلم، محمد مشتاق حاجی شکیل احمد، محبوب خاں اور مقبول احمد شاہ صاحبان تھے۔ روحانی بیعت کے پروگرام میں کلیدی حیثیت جناب حافظ غلام جیلانی صاحب کو حاصل تھی جو کہ ان دس دنوں میں بیحد مصروف رہے۔ ان کی معاونت جناب مختار احمد اعوان صاحب کرتے رہے۔ ان

حضرات کی ڈیوٹی ساتھیوں کے لطائف و مراقبات چیک کر کے انہیں پروموشن کے لیے تیار کرنا اور ان کی رہنمائی کرنا تھی۔ اگلی ترقی کے لیے حتمی انتخاب مقبول احمد شاہ صاحب کرتے تھے جو کہ زبانی امتحان لیتے تھے۔ اس امتحان میں ارکان نماز، نماز جنازہ وغیرہ ضروری مسائل بھی پوچھے جاتے۔ تہجد کی پابندی، استقامت علی الدین کے بارے میں بھی سوال ہوتے لیکن سب سے اہم سوال یہ ہوتا کہ آپ دوسروں کو دعوت فکر دیتے انہیں ذکر سکھاتے اور تبلیغ دین میں کہاں تک کوشاں ہیں۔ آپ کے علاقے کے صاحب مجاز کون ہیں۔ آپ مرکزی اجتماعات میں کس حد تک شرکت کرتے ہیں۔ اور گزشتہ سال دار العرفان کے سالانہ اجتماع میں کتنے دنوں کے لیے شریک ہوئے۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ بہت سے ساتھی اس امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکے۔
انہیں کہا گیا کہ وہ اس سال کے سالانہ اجتماع کے موقع پر تیاری کر کے آئیں تو انہیں ترقی کے لیے پھر کہا جائے گا۔ جو خوش قسمت احباب امتحان میں پاس ہو جاتے تھے وہ مزید تفصیلی ہدایات کے لیے جناب حافظ غلام جیلانی صاحب کے پاس جاتے تھے۔ جہاں ان کی حتمی فہرست تیار کی جاتی تھی۔
اس اعتکاف کے دوران جو احباب روحانی ترقی سے مشرف باب ہوتے ان کی تفصیل یہ ہے۔

روحانی بیعت	۳۰
سالک المجذوبی	۲۲
اویسیہ کے اسباق	۱۳

ان کے علاوہ بہت سے احباب کو لطائف اور مراقبات ثلاثہ کرائے گئے۔

یہ باطنی دولت اس فیاضی سے حضرت جی مدظلہ العالی نے لٹائی جس کی نظیر تاریخ تصوف میں نہیں ملتی۔ استاذ المکرمؒ دنیا سے رخصت ہوتے وقت سلسلہ کی سربراہی ان کے سپرد کر گئے ہیں تو یہ واقعی اس کے مکمل طور پر مستحق ہیں۔
دوران اعتکاف کے پروگراموں میں نقطہ عروج حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کا بیان تفسیر قرآن ہوا کرتا تھا۔ تمام کے تمام بیانوں کی کیسٹ تیار کر لی گئی ہے۔ جو کہ طلب کرنے پر لاہور سے مل سکے گی۔
ساری باتوں کا احاطہ تو ممکن نہیں لیکن چیدہ چیدہ باتوں کے تذکرہ پر ہی اس روئیداد کو ختم کرتا ہوں۔ آخری دن حضرت جی نے باقاعدہ تفسیر بیان نہیں فرمایا بلکہ ساتھیوں کو محاسبہ کے بارے میں چند

اویسیہ
ہاؤسنگ سوسائٹی

جن ممبران کے ذمے سوسائٹی کے واجبات باقی ہیں۔ وہ مہربانی فرما کر فوری ادائیگی کر دیں۔ تاکہ سوسائٹی کے ترقیاتی کاموں میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

سیکرٹری
اویسیہ ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور

ہدایات ارشاد فرمائیں۔
پہلے دن فرمایا کہ اللہ سے محبت اس بات کے قطع نظر ہونی چاہیے کہ وہ ہماری ضروریات پوری کرتا ہے۔ یہ بات تو دنیاوی محبتوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ اکثر ضروریات کی غرض سے ہوتی ہیں۔ اگر ضروریات کو الگ کر دیا جائے تو شاید کچھ بھی محبت نہ بچے۔ لیکن اللہ سے محبت انتہائی خالص ہونی چاہیے۔ اس کا واحد طریقہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع ہے۔ جس درجہ کا اتباع ہو گا اسی درجہ کی محبت نصیب ہو گی۔ مثالی محبت صحابہ کرام کی ہے جن کا اتباع نبوی کامل درجہ کا تھا۔ یہ حضرات اتنے عظیم ہیں کہ تورات اور انجیل میں بھی ان کے اوصاف بیان کئے گئے۔ اور تورات و انجیل کے ماننے والوں پر بھی ان کی تعظیم فرض تھی۔ فرمایا کہ جب بندہ اتباع نبوی کے ذریعے اللہ سے محبت کا اظہار کرتا ہے تو جواب میں اللہ پاک بھی اس سے محبت فرمانے لگتے ہیں۔ ایک حدیث شریف جس میں آتا ہے کہ بندہ یہاں تک اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے کہ اللہ اس بندے

کے ہاتھ پاؤں وغیرہ بن جاتا ہے کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بندہ کے اعضاء و جوارح اللہ کے احکامات کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اس بندہ سے کوئی عمل اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات کے علاوہ سرزد نہیں ہوتا۔

جمعۃ الوداع کے دن کا بیان نہایت ایمان افروز تھا جس میں حضرت جی نے فرمایا کہ شیخ سے سالکین کو کس طرح توجہ ملتی ہے فرمایا کہ صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست توجہ حاصل کی اور ان کا کامل تزکیہ ہوا۔ یہ برکات نبوت تابعین اور تبع تابعین میں سے ہوتی ہوئی اولیاء اللہ کو منتقل ہوتی گئیں۔ فرمایا ایسا شیخ جو باطنی تربیت کا دعویدار ہو اس کی کم از کم اہلیت یہ ہونی چاہیئے کہ وہ سالک کو تیار کر کے دربار نبوی میں پیش کرے اور اس کی روحانی بیعت کروائے۔ اگر کسی میں اتنی استعداد نہیں تو اسے بیعت طریقت نہیں لینی چاہیئے۔ بلکہ اصلاح پر ہی اکتفا کرے۔

لیلۃ القدر کے بارے میں تفصیلی بیان ارشاد فرمایا جو کہ سورہ قدر کی تفسیر تھی۔ فرمایا کہ قرآن پاک کو اللہ تعالےٰ نے اس رات اپنے پاس سے آسمانوں پر نازل کیا۔ جہاں سے یہ ۲۳ برس میں جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ فرمایا اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی مسلسل اور مقبول عبادات سے افضل ہے کس قدر افضل ہے یہ تو نہیں بتایا گیا کہ پانچ گنا یا دس ہزار گنا بہتر ہے لیکن اس کا دارومدار اس خلوص پر ہے جو کہ عبادت گزار کے دل میں بوقت عبادت ہوتا ہے۔ یوں تو حدیث شریف کے مطابق اس رات عشاء اور فجر کی نمازیں جماعت سے پڑھنے والا بھی قائم اللیل شمار ہوتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی جتنی کوئی عبادات کرے اسے اس رات کی عبادت کا اجر اور بھی زیادہ عطا فرمایا جائے گا۔ عبادات پر دنیاوی لحاظ سے اجر مانگنے کی بجائے عبادات خالصتاً اللہ کے لیے کی جائیں اس کے بعد اللہ سے حاجات کی دعا کی جائے نہ یہ کہ عبادت کے بدلے اللہ سے کچھ مانگا جائے۔ فرمایا اس رات میں فرشتے اور اللہ کے مقرب نیک بندوں کی روحیں عبادت گزاروں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور طلوع فجر تک متوجہ رہتی ہیں اور ہر طرف سلامتی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

ایک اور بیان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ بیان فرمایا۔ اور راہ حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر قربانیوں کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ صرف اللہ پاک ہی کو علم غیب ہے اور وہ بغیر کسی کی مدد اور بتانے کے ہر وقت ہر چیز سے واقف ہے اور آئندہ جو واقعات پیش آئیں گے۔ ان سے بھی پوری طرح آگاہ ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی کو علم غیب نہیں ہو سکتا۔ انبیاء کرام کو بوقت ضرورت و مصلحت اللہ پاک تھوڑے سے علم غیب سے مطلع فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک موقع پر آسمانوں اور زمینوں کے بارے میں باخبر فرمایا۔ انہیں یہ بھی دکھایا کہ اللہ پاک مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں۔ لیکن حضرت اسمٰعیل السلام کی قربانی کے لیے ان کی گردن پر چھری پھیرنے تک انہیں یہ نہیں بتایا کہ ان کا صرف امتحان مقصود ہے۔ ذبح تو اسمٰعیل کی جگہ مینڈھا ہو گا۔ کیونکہ اگر مینڈھا ہی ذبح کرنا ہوتا تو کوئی بھی انسان کر سکتا تھا۔ اس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن جب یہ امتحان میں پورے اترے اور خواب کو سچ کر دکھایا تو اللہ نے ان کی قربانی قبول فرمائی۔ فرمایا اسلام مرضیات باری کے مقابلے میں اپنی خواہشات کو قربان کر دینے کا نام ہے۔

۲۹ رمضان المبارک کو اس بارے میں بیان فرمایا کہ آپ لوگ اعتکاف سے کیا کما کر جاؤ گے۔ فرمایا ایک تو عام لوگوں والا حساب ہے کہ کتنے درود شریف، کتنی نیکیاں، کس عمل کا کتنا ثواب، اس سب کو جمع کر لیں تو پتہ لگ جائے گا کہ دس دن میں کتنی مقدار بنی۔ لیکن اس طرح کی کمائی کے لیے دارالعرفان آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تو اپنے محلے کی مسجد میں بیٹھ کر ہو جاتا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ کیفیات و برکات کتنی حاصل کی ہیں۔ خلوص اور للّٰہیت میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ برکات نبوت میں سے کس قدر اخذ کیا ہے۔ اتباع سنت میں کتنی ترقی ہوئی ہے۔ یہ اصل ثمرہ ہے جو کہ دارالعرفان کے اعتکاف سے حاصل ہونا چاہیئے۔ اور بندہ کو اللہ کے قرب میں اضافہ حاصل ہونا چاہیئے۔

حضرت شیخ المکرم کا بیان اس قدر ایمان افروز، مدلل اور پُر اثر ہوتا ہے کہ سامعین میں سے کسی کی آنکھ اشکبار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور ہر ایک متعلقہ آیت کے اصل مفہوم کو اچھی طرح سمجھ جاتا ہے

'دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے'

سالانہ اجتماع

۱۲ جولائی تا ۱۷ اگست ۱۹۹۰ء

○ تزکیۂ نفس کے لیے صحبتِ شیخ لازمی ہے ۔ سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کیلئے اس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔

○ اس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیّت کے ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ بھی نصیب ہو۔ تاکہ آپ کے قلوب اُن انوارات و برکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبتِ شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

○ وطن کے دُور دراز علاقوں اور غیر ممالک سے آنے والے سالکین کے ساتھ میل جول بھی آپ کے لیے باعثِ برکت ہے

وقت نکال کر ضرور دارُالعرفان منارہ تشریف لائیں۔

(دارالعرفان خوشاب اور چکوال کے درمیان سرگودھا روڈ پر واقع ہے۔)

المرشد کے سالانہ ممبر

تمام سالانہ ممبران کا چندہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۰ء کو ختم ہو رہا ہے۔ اس لیے آئندہ سال (یکم اگست ۱۹۹۰ء تا ۳۱ جولائی ۱۹۹۱ء) کیلئے اپنا سالانہ ممبر شپ قائم رکھنے کیلئے فوری عمل ضروری ہے۔ تاکہ آپ کو "المرشد" کی ترسیل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

نوٹ: یہ فارم چندے کے ساتھ صحیح پُر کر کے ضرور بھیجیں۔ تاکہ آپ کا ریکارڈ درست رکھا جا سکے۔ جن حضرات نے آئندہ سال کا چندہ جمع کرا دیا ہے۔ وہ بھی ضرور یہ فارم پُر کر کے بھیجیں ورنہ ترسیل میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔

ماہنامہ المرشد الوہاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۳۸ اردو بازار لاہور فون ۲۲۰۳۵۷

خریداری نمبر ________ تاریخ ادائیگی ________

نام ________________

شہر ________ ضلع ________

پتہ ________________

____

____

○ سالانہ خریدار ۱۰۰ روپے ○ تاحیات ۱۰۰۰ روپے

اِیمانِ مُحکم

شاہد جاوید

ذہنی لحاظ سے ہر قوم کے تین حصے کیئے جا سکتے ہیں۔ ادنیٰ اوسط اور اعلیٰ۔ ان میں سے ادنیٰ طبقے کے لوگ عوام کہلاتے ہیں۔ اور ہر قوم کا بڑا حصہ انہیں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں تلاش و تحقیق کا مادہ بالکل نہیں ہوتا۔ یہ صرف مقلد اور لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ جیسا کسی سے سن لیا یا اپنے آباؤ اجداد کو کرتا دیکھتے ہیں اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ عام مسلمان کا بھی یہی حال ہے۔ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا دین کے بارے میں جو کچھ باپ دادا سے سنا وہی ان کا سرمایہ عقائد و اعمال ہے۔ ان کو خیال بھی نہیں آتا کہ اللہ کیا ہے۔ اس قسم کے سوالات اور اس کی موجودگی کا ثبوت کیا ہے۔ اس قسم کے سوالات ہزاروں میں سے ایک دو کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ لوگ بھی معمولی قسم کی دلیلوں سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب ان سے کہا جائے کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز بتا سکتے ہو جس کو کسی نے بنایا ہو۔ خود بخود پیدا ہو گئی ہو۔ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ نہیں۔ اب ان سے کہا جائے کہ پھر یہ کائنات یعنی کرۂ ارض، آسمان، چاند، سورج، ستارے وغیرہ خود بخود کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ ان کا بنانے والا بھی کوئی ضرور ہے۔ اس دلیل سے ان کی تسلی ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ خاص لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ذرا آگے سوچتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہر چیز کا کوئی بنانے والا بھی ضرور ہوتا ہے تو پھر اس کا پیدا کرنے والا بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ یہیں سے منطق، فلسفہ اور علم کلام کی کبھی نہ ختم ہونیوالی بحثیں شروع ہو جاتی ہیں۔ ان کا نتیجہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ جو زیادہ تعلیمیافتہ اور لسان ہو وہ مدمقابل کو خاموش کر دیتا ہے۔ گو اس کی تسلی نہ بھی کر سکے لیکن ان بحثوں سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ اور غیب کی دوسری چیزوں کے متعلق تلاش و جستجو بڑھتی چلی جاتی ہے اور ہر طالب اپنی طلب کے علم و عقل کے مطابق کسی نہ کسی مقام پر مطمئن ہو جاتا ہے یا انکار کر دیتا ہے۔

ان ہزار ہا طالبوں میں دو چار ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی استدلال عقلی سے مطمئن نہیں ہوتے بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر ماننا چاہتے ہیں یہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو محض ضد اور تعصب کی وجہ سے قائل ہونا ہی نہیں چاہتے۔ دوسرے وہ جو واقعی دل سے معرفت یا دیدار باری تعالیٰ کے متمنی ہوتے ہیں وہ یہ جاننے کے لیے بھی بیتاب ہوتے ہیں کہ مادے کے ان کثیف پردوں میں جو عالم لطیف مستور ہے وہ کیسا ہے وہ انسان کیا ہے؟

فرشتے کیا ہیں۔ دوزخ وجنت کی حقیقت کیا ہے؟ یہ بھی نہیں
وہ مبارک لوگ کہ جب اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اولیاء اللہ کے لقب سے ملقب ہوتے ہیں۔ ان پر وہ حقیقت کبریٰ بے نقاب ہو جاتی ہے جس کو معلوم کرنے کے لیے دنیا بھر کے فلاسفر اور سائنسدان مادی ظلمات کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے مارتے فنا ہو گئے۔ اور نامراد رہے۔ لیکن معرفت اور اس سے بھی بڑھ کر رویت باری تعالیٰ کا حصول کوئی مذاق یا دل لگی نہیں ہے۔ تاہم یہ محال بھی نہیں۔ قرآن کریم میں رویت باری تعالیٰ کے متعلق بہت سی آیتیں ہیں۔ ان میں کچھ ایسی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رویت قیامت میں ہوگی۔ لیکن صوفیاء اور اولیائے کرام ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ رویت باری تعالیٰ اسی زندگی میں میسر آسکتی ہے ان کی دلیل تو یہ ہے کہ معرفت اور دیدار باری تعالیٰ کی خواہش بھوک پیاس کی طرح ایک فطری اور جبلی خواہش ہے۔ خواہ لاکھوں میں سے صرف ایک دو آدمیوں کے دل میں ہی کیوں نہ ہو۔ اور مشاہدہ کہتا ہے کہ جتنی جبلی خواہشات قدرت نے پیدا کی ہیں ان سب کی تسکین کا سامان ضرور پیدا کیا ہے۔ مثلاً بھوک پیاس پیدا کی ہے تو ان کی تسکین کے لیے طرح طرح کی خوراک اور مشروبات پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی حال دوسری خواہشات کا ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ نے اپنے دیدار اور عرفان کی خواہش تو کسی انسان کے دل میں فطرتاً رکھ دی ہو لیکن اسکی تسکین سامان اور حصول کے ذرائع پیدا نہ کئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔

"جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا"

اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس نے یہاں اللہ کو نہیں دیکھا وہ وہاں بھی نہ دیکھے گا۔ پھر قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ "ان کی ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوں گی بلکہ ان کے سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہوں گے" اور ظاہر ہے کہ یہ آنکھیں اللہ کی صفاتی شان مثلاً نور وغیرہ ہی کو دیکھ سکتی ہیں۔ اس کی ذات تو صرف دل کی آنکھوں سے نظر آسکتی ہے۔

ایک جگہ یوں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ

"جس نے اعتراض کیا۔ میری یاد سے یقیناً اس کے واسطے (روحانی) معیشت کی تنگی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے"

یعنی وہ ہمارے دیدار سے محروم رہے گا۔ گویا اس آیت میں بھی بتا دیا گیا ہے کہ دیدار الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ یاد الٰہی ہے۔ الغرض ان آیات پر غور کیا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جو لوگ اللہ کو یہاں نہیں دیکھیں گے آخرت میں بھی نہ دیکھیں گے۔ یا یوں کہ جن کو یہاں بصیرتِ باطن نہیں ہوگی وہ آخرت میں بھی اس سے محروم رہیں گے۔ کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو بیج یہاں بوؤ گے اسی کے پھل وہاں کھاؤ گے۔ جو لوگ اس دنیا میں رویت باری تعالیٰ کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود درخواست کے یہاں رویت میسر نہ آئی تو کسی غیر پیغمبر کو کسطرح آسکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وادیٔ طور میں جو آگ موسیٰ کو دکھائی دی تھی اور اس میں سے آواز آئی تھی کہ "میں تیرا رب ہوں" اور "میں ہی ہوں اللہ"۔ تو کیا یہ دیدار الٰہی نہ تھا۔ لیکن اسطرح اللہ کو دیکھ کر جب ایک عرصہ بعد حضرت موسیٰ نے پھر درخواست کی کہ اے اللہ میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں تو جواب ملا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا" اور جب زیادہ ضد کی تو طور کا واقعہ پیش آیا۔ اب سوال یہ ہے کہ پہلے تو بغیر کسی سوال بلکہ کسی خواہش کے خود اپنا جلوہ دکھایا اور دوسری مرتبہ بار بار درخواست کرنے پر انکار کر دیا۔ اس کی کیا وجہ تھی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ نے ان مادی آنکھوں سے اللہ کو بصورت نور دیکھا تھا۔ دوسری مرتبہ جو درخواست کی تھی تو وہ اللہ کی ذات بے رنگ و بو کو انہی مادی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے تھی اور یہ بات ممکن نہیں اس لیے انکار کر دیا۔ یا یوں کہہ لو کہ معاملہ کو خوبصورتی سے ٹال دیا گیا۔ بہر حال ہم اس بات پر زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ وہ طریقہ بیان کرتے ہیں کہ جن پر چل کر کے بفضل خدا اس کا دیدار میسر آسکتا ہے۔ عرفان یا لقائے باری تعالیٰ کے ذریعے ایمان کامل پیدا کرنے کا سوال سامنے آتے ہی ہم اپنے آپ کو ایک ایسے علم سے دوچار پاتے ہیں جس کا نام تصوف ہے

صقارہ اکیڈمی لاہور

داخلہ

انٹر میڈیٹ فرسٹ ایر (گیارھویں کلاس)

- قابلیت: میٹرک، اولیول یا مساوی، داخلہ ٹیسٹ اور انٹرویو کی بنیاد پر ہوگا۔
- ٹیسٹ ۲۶ جون ۱۹۹۰ء کو صبح ۸ بجے اور انٹرویو ۲۷ جون (جمعہ) کو صبح شروع ہوگا
- خواہشمند امیدوار ٹیسٹ کے لیے وقت پر پہنچ جائیں۔ کامیاب امیدواروں کی فہرست ۳۰ جون کو اکیڈمی کے نوٹس بورڈ پر لگا دی جائے گی۔
- داخلہ فارم پہنچنے کی آخری تاریخ ۲۰ جون ۱۹۹۰ء ہے۔
- پراسپکٹس اور داخلہ فارم منگوانے کیلئے صقارہ اکیڈمی کے نام ۵۰/- روپے کا ڈرافٹ بھیج کر یا مسلم کمرشل بنک ماڈل ٹاؤن سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

(اکیڈمی کیمپس اولیہ سوسائٹی میں کالج روڈ پر ٹاؤن شپ کے جنوب مغربی سرے پر واقع ہے)

پرنسپل: صقارہ اکیڈمی پوسٹ بکس ۱۵۲۶ لاہور

ہمارے سکول سیکشن دارالعرفان کے نتائج

۱۹۸۸ء۔ پنڈی بورڈ میں اوّل پوزیشن، دوم پوزیشن اور ۱۰۰ فیصد فسٹ ڈویژن۔

۱۹۸۹ء۔ پنڈی بورڈ میں اوّل، دوم، سوم پوزیشن اور ۱۰۰ فیصد فسٹ ڈویژن۔

۱۹۹۰ء۔ پنڈی بورڈ میں اوّل، دوم پوزیشن اور ۱۰۰ فیصد فسٹ ڈویژن

شجرِ پُر بہار

قادریہ

زمانہ طالب علمی کی ابتدائی جماعتوں سے لیکر اب تک کچھ بولنا لکھنا ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں بنا۔ اور نہ ہی کسی بھی موضوع پہ بولنے یا لکھنے سے قبل کبھی کچھ سوچنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کوئی افسانہ ہو یا کہانی یا مزاح و سنجیدہ موضوع کا حامل مضمون ہمارا قلم ہماری زبان کیطرح رواں رہتا ہے ——— مگر آج جب کچھ لکھنے کیلئے قلم اٹھایا تو میں نے محسوس کیا کہ پچھلے دس پندرہ منٹ سے میرے ہاتھ میں ہے اور میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ بات کیسے اور کہاں سے شروع کروں؟ شاید اسلئے کہ وارداتِ قلب کی ایسی انوکھی کیفیت آج سے قبل لکھنے کا اتفاق کبھی تو نہیں ہوا۔ ایسی کیفیات و محسوسات کو بیان کرنے کے لیے زبان خواہ اپنی ہو یا قلم کی، چلانا قدرے مشکل ہو جاتی ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے نہ تو مجھے شرف ملاقات حاصل ہوا اور نہ ہی ان کی حیات مبارکہ میں اس سلسلے میں آنے کی سعادت نصیب ہو سکی۔ مگر پھر بھی نجانے کیوں انتہائی خوبصورت سا ایسا تعلق محسوس ہونے لگا جس نے مجھے قلبی طور پر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے اسقدر قریب کر دیا کہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حیات مبارکہ میں ملاقات تو دور کی بات تعارف تک نہ ہو سکا تھا

اس سلسلہ عالیہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد جب پہلی دفعہ دارالعرفان سالانہ اجتماع پہ گئی تو ساتھی خاتون جو کہ خوب روشن چشم باطن رکھتی ہیں نے ہمیں لائبریری میں کسی بات پہ بے ساختہ ہنستے دیکھا تو فوراً تنبیہ کی کہ آئندہ ہم لائبریری میں بے تکلفی سے باتیں نہ کریں۔ کیوں؟ ہم نے کچھ تو حیرت اور کچھ بے جا سوال کرنے کی عادت سے مجبور ہو کر پوچھا "یہاں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوا کرتے تھے" "پھر؟" ہم نے جواباً نہایت احمقانہ لیکن اپنے طور خوب عقلمندانہ سوال داغ دیا۔ "پھر کیا" انہوں نے غالباً دل ہی دل میں ہماری جہالت کا ماتم کیا اور قدرے زچ ہو کر بولیں "اس کمرے میں احترام سے بیٹھا کریں" ہم کچھ خفیف سے ہو کر باہر آگئے اور جلد ہی اس خفت سے نجات حاصل کرنے کے لیے سوچ لیا کہ محترمہ یونہی رعب جھاڑ رہی تھیں۔

پھر دو چار اور ساتھیوں سے سنا کہ دارالعرفان کی لائبریری کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں کبھی کبھار حضرت جی رح تشریف لاتے ہیں۔ یہ خبر ہمیں صاحب کشف ساتھیوں سے ملی۔

میں نے سنا سے فوراً تسلیم کر لیا مگر میرا اس بات پہ ایمان ایک نام نہاد مسلمان کے دوزخ و آخرت پہ ایمان سے مختلف نہ تھا۔

اس مرتبہ دارالعرفان اجتماع پہ گئی تو ایک چھوٹے سے کام کے سلسلے میں لائبریری جا بیٹھی۔ اتنے میں متقارہ اکیڈمی سے یوم والدین کے سلسلے میں کی جانیوالی طلباء کی تقاریر سنائی دینے لگیں۔ لائبریری میں بیٹھے بیٹھے ہم بھی چند لمحوں کے لیے زمانہ طالب علمی میں چلے گئے۔ اور ہمارے سر پہ وہی بھوت سوار ہو گیا جو ایسے موقع پہ کالج کے ہال میں بیٹھ کر ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا ہم نے باقاعدہ ہر بچے کی تقریر پر تبصرہ شروع کر دیا۔ کسی کے لہجے پہ ہنسی آئی اور کسی کے تقریری مواد پہ۔ ہم یونہی نہایت شگفتہ مزاجی میں بیٹھے بات بہ بات ہنس رہے تھے کہ ایک دم میرے دل پہ عجیب سی ہیبت طاری ہوئی اور نہایت مشینی انداز میں میں گھبرا کر بے اختیارانہ اٹھ بیٹھی۔ مجھے واضح طور پہ احساس ہوا کہ لائبریری میں کوئی تیسری ہستی بھی موجود ہے۔ اس کے رعب و جلال کے سامنے اپنی ہستی گم ہو گئی (حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ میرے دل نے زور سے دھڑک کر مجھے بتایا) غیرارادی طور پہ میرے ہاتھ دوپٹے کی طرف گئے اور میں سر ڈھانپ کر دوزانو بیٹھ گئی۔ میرے پورے بدن پہ وہی سنسناہٹ اور ہیبت طاری تھی جو کسی سمندر کو دیکھ کر حقیر و غلیظ سے قطرے پہ چھا جاتی ہے "کیا ہوا؟" نکہت نے میری ایک دم بدلی کیفیت دیکھ کر پوچھا۔ جواباً میں فقط اپنی انگشت شہادت ہونٹوں تک لا سکی۔ اتنے میں دبلی تو نہیں مگر روحانی طور پہ نہایت قدآور رفیقہ لائبریری میں آئیں جنہوں نے کسی زمانے میں مجھے اس جگہ بے جا بولنے سے منع کیا تھا۔ وہ سیدھی میرے پاس آئیں اور آہستگی سے بیٹھ گئیں۔ میں نے ایک پشیمان سی نظر ان پہ ڈالی۔ میری ہمنشین نے میری کیفیت انہیں بتائی۔ انہوں نے ایک نظر لائبریری کو دیکھا اور آہستگی سے بولیں "حضرت جی تشریف رکھتے ہیں" اتنا سننا تھا کہ میرے بدن کو زوردار جھٹکا لگا۔ مجھے اپنی وہ تمام تر گفتگو جو میں گزشتہ حاضریوں میں بیان کر چکی تھی (جسے مہذب لفظوں میں گپ شپ اور حقیقت میں بکواس کرنا کہنا چاہیے) یاد آئی۔ مارے ندامت، شرمندگی اور احترام بھرے خوف کے زمین میں سما جانے کو جی چاہ رہا تھا۔ میرے لیے نظر اٹھانا تو دور کی بات سر اٹھانا بھی محال تھا۔ میرے دل کی گہرائیاں تمام تر شدت سے ان کی موجودگی

کی گواہی دے رہی تھیں اور میں لقائمی ہوش و حواس فرش پر پڑے کتابوں کے ڈھیر (جو الماری میں ترتیب سے لگانے کے لیے نکالا گیا تھا) کے اس پار انہیں تشریف فرما دیکھ رہی تھی اگرچہ وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ اتنے میں انہی محترمہ نے مدھم آواز میں بتایا کہ "حضرت جی" کتابوں کے قریب کھڑے ہیں"! اور اشارہ قدرے اسی سمت کیا جسطرف نظر اٹھانے کی ہمت میرے اندر نہ تھی۔ ان کی اس بات سے میرا یقین جو پہلے ہی نہایت پختہ تھا مزید راسخ ہو گیا۔ میں نادم و پشیمان اور رعب و دبدبے کے احساس سے جھکی بیٹھی تھی اور نجانے کب تک یونہی بیٹھی رہتی کہ نگہت نے ذکر کرنا شروع کر دیا میں نے بھی تقلید کی اور یہی وہ خوش قسمت ترین لمحہ تھا جب میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیں مراقبات کروا رہے ہیں۔ میرے لیے یہ سب کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھا۔ لیکن اسوقت اس غیر متوقع نعمت کے ملنے پر خوش ہونے کا خیال و احساس کبھی نہ تھا۔ نامعلوم جلال و جمال نے مجھے عجیب سے بوجھ تلے دبا رکھا تھا۔ ذکر کے بعد نگہت تو اٹھ کر چلی گئی مگر میں کافی دیر تلک اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکی۔ اس دن اقبال کے اس شعر کی حقیقت پوری طرح میری سمجھ میں آئی۔

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن میرا
تیرے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

ایک دفعہ میری ایک رفیقہ کار نے نہایت جذباتی ہو کر کہا تھا "یہ جو مائیں ہوتی نا انہیں مر کر بھی چین نہیں آتا" جی چاہتا ہے میں اس سے جا کر کہوں تم نے تو نجانے کس جذبے کے تحت یہ بات کہی تھی مگر دیکھو ہم میں سے بہت سوں کو اپنے باپ سے شرف ملاقات بھی حاصل نہیں ہو سکا۔ ہم میں سے کئی ان کا دیدار بھی نہیں کر سکے۔ مگر وہ ہمیں جانتے ہیں۔ ہماری تمام تر بدتمیزیوں، گستاخیوں، خطاؤں اور نافرمانیوں کے باوجود ہم پر شفقت فرماتے ہوتے ہیں۔ وہ آج بھی اپنی تمام اولاد کے لیے اپنے رب کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے ہوتے ہیں وہ ہم سے گناہ گاروں سیہ کاروں کے عیبوں سے چشم پوشی کیے ہمیں اپنی محبتوں اور شفقتوں سے نواز رہے ہیں۔ وہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

کا خصوصی کرم یہ بھی ہے کہ حیات جاوداں پاتے ہوتے وہ ہمیں عام والدوں کی طرح لاوارث نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے اس دنیا سے رخت سفر باندھا تو زمانے کی کڑی دھوپ میں ہمیں اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے نہایت خوشنما نادر، مستحکم، سایہ دار اور انوار و تجلیات خداوندی سے لدے ہوئے شجر سدا بہار کے نیچے جمع کر گئے ہیں۔ اگر ہمیں اپنی روحوں کو سیراب کرنا ہے تو اس شجر سدا بہار کے سایہ تلے ہاتھ سے ہاتھ ملائے کھڑے رہنا ہو گا جس کے ایک ایک پتے سے ابر رحمت ٹپک رہا ہے۔ ہاں اگر ہم خود ہی اس شجر کے سائے سے نکل کر کسی جوہڑ سے پیاس بجھانے پر تل جائیں تو یہ ہمیں روکے گا نہیں کہ اس کے سایہ تلے مسافر اپنے فائدے کے لیے ٹھہرتا ہے اس کے مفاد کے لیے نہیں۔ اور نہ ہی اسے اپنی حیات و بہار کے لیے کسی مسافر کی آبیاری کی محتاجی ہے۔ اس کی آبیاری کے لیے خدا کے فضل و کرم سے اس کا وہ مالی ہی کافی ہے جس نے اسے لگایا اور سینچا ہے۔

اگرچہ میرا مقصد آپ کو فقط ایک واردات قلب سنانا ہی تھا۔ لیکن یہاں برسبیل تذکرہ میں ایک بات اور ضرور کہوں گی اور وہ یہ کہ ایک نہایت قابل معالج بیرون ملک جاتے ہوئے کبھی بھی اپنی جگہ کسی کمپوڈر کو مقرر کر کے نہیں جائے گا۔ وہ ہمیشہ اپنی کرسی پر کسی اعلیٰ تربیت یافتہ ڈاکٹر ہی کو بٹھا کر جائے گا۔ تاکہ اس کے بعد بھی امراض کا علاج اسی خوبی اور مہارت سے ہوتا رہے جو اس کا خاصا تھی کہ یہی اس کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔ مریض کو ہمیشہ علاج سے غرض ہوا کرتی ہے معالج خواہ کوئی بھی ہو۔ وہ فقط شفا چاہتا ہے کامل شفا۔ لہٰذا آج اگر ہمیں اپنے اندر کے فاسد مواد کے لیے نشتر زنی درکار ہے، روحانی زخموں پہ پھاہے رکھوانے کی ضرورت ہے۔ بیمار و نیم جاں روحوں کی تندرستی اور صحت مندی کی طلب ہے تو اس کے لیے ہمیں اس معالج تک پیغام پہنچانے کے لیے تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں جو بیرون ملک جا چکا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ صرف اپنا فرض ادا کر کے چلا گیا بلکہ اپنی جگہ اپنا نعم البدل چھوڑ گیا ہے۔ لہٰذا ہم محبت اور شدید جذباتی لگاؤ کی وجہ سے اسے سلام تو بھیج سکتے ہیں، یاد تو کر سکتے ہیں مگر اپنی شفا و صحت کے لیے اس تک پہنچنے کی کوشش بیکار ہے۔ وہ اپنا کام کر کے اپنے حاکم کے سامنے سرخرو ہو چکا اب ہمیں اس اعلیٰ تربیت یافتہ ڈاکٹر سے رجوع کی ضرورت ہے جو اس کا قائم مقام ہے ہمیں اس کے پاس جانا ہو گا جسے وہ اپنی جگہ چھوڑ گیا۔ اس لیے کہ یہی نظام قدرت ہے اور اسی میں فلاح کا بھید مضمر ہے۔

شیخ المکرم حضرت مولانا **محمد اکرم** مدظلہ کی

وِڈیو کیسٹ

رمضان المبارک میں اعتکاف کے دوران شیخ المکرم مدظلہ
کے بیانات کی وِڈیو کیسٹس تیار ہوچکی ہیں۔

رمضان المبارک	کیسٹ نمبر
۲۱ - ۲۲	۱
۲۳ - ۲۴ - ۲۵	۲
۲۶ - ۲۷ - ۲۸	۳
۲۹ - ۳۰	۴

-/۲۵۰ روپے فی کیسٹ مع -/۱۰ روپے ڈاک خرچ۔ بنک ڈرافٹ
یا منی آرڈر ایڈیٹر المرشد کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں

ماہنامہ **المرشد** ۔ غزنی سٹریٹ الوہاب مارکیٹ اردو بازار لاہور

can be called good if it is proved by the sunnah. Whatever Prophet **Muhammad** (SAW) did is an example for us to follow. His worships, His efforts for Islam, His sacrifices, His status and dignity, His preachings are all perfect examples for the whole of mankind. But inspite of this prophet **Muhammad** (SAW) is commanded by **Allah** in the following verse: "*WAZ KUR-ISM-E RABBEKA WA TABATTAL ILAIHE TABTILA*" translation: "Repect the name of your creator to such an extent that the whole universe fades before your eyes."

I cannot go into details now, but I would like to point out that this verse from Surat Muzzamil is one of the preliminary verses to be descended on the Prophet's Heart (SAW(), and till the end of His life He practiced the Zikr with deep passion all the time.

Tell me now, who is so virtuous and pious, that he does not need to practice the Zikr of **Allah**. Everone needs to practice Zikr **Allah**. Every muslim needs the Zikr, whether it is a man or woman. Yes it is obvious that the majority of our people have lost the sense to feel its importance.

Now to answer the second question, that people do not have time unaware of its results and rewards. Those who have acquired these gifts know that according to the Quran, a heart finds peace from **Allah's** Zikr. A restless heart cannot get things done as fast as a heart who has found peace. When you read the biographies of the past devotees of **Allah** you will be surprised to read about their travels, the books they have written, their many speeches and their routine matters of the world. It is unbelievable and beyond imagination. The reason was their hearts had found peace by **Allah's** Zikr. Every part of their bodies their souls were absorbed in Zikr-Ilahi.

One has to go through the experience of practicing Zikr to feel a change inside. After all we are just repeating the name of our creator and this will not in any way be harmful to us, but we would be gaining, every moment spent in Zikr. To find out the way of practicing Zikr and the reason for practicing Zikr in a creatin way, or the answer to any other questions, please write to me briefly, and clearly, and to the point, and I shall answer to the best of my knowledge as **Allah Karim** has bestowed on me.

All these deeds mentioned above are also classified as **ZIKR ALLAH**, but after performing these deeds, we find the command for the continuation of Zikr. Let us consider the duty of performing the prayers. It has been called a Zikr. **Allah** says in the *Holy Quran*: "When you are called for the friday prayers, come quickly towards **ALLAH'S ZIKR** also declares: "When you have performed your prayers, spread on the earth and earn your livelihood." that is get back to whatever you were doing to earn a living. "Waz Kuroollaha Kasiran". "But parctice Allah's Zikr a lot." This means that prayers, are a way of Zikr, but after prayers, when a person gets back to his daily routine of the wourld, the Zikr has to continue.

Similarly, the same case applies to **Jihad** (fighting for the cause of Islam). Allah commands to fight with determination. A person's life is at stake in a battlefield, there is bloodshed everywhere and the people are ready to lay down their lives for the cause of Islam, but still the Divine command is, "Fight with all your strength, but practice **Allah's** Zikr immensly in your hearts. In the same way the command is also there when performing Hajj and during the month of Ramadan, that is the practicing of **Allah's** Zikr all the time. Even during the act of preaching Islam, the same command has been given. In the history of mankind the most proud, cruel and arrogant person of his time was the king of Egypt, pharoah (Firaun). He was approached, in his court, by two pious and virtuous men of that period and they were *Hazrat* **Moosa** *Alai Salaam* (Moses) and his brother **Haroon** *Alai Salaam*. These two men where sent by Allah and had been given lots of instructions on how to approach Pharoah, what to say to him, and how to say it. With all these instructions they had also been reminded not to lessen their attention towards their Zikr in any way.

Now you can judge for yourself, the importance of Zikr, as **Moosa** *Alai Salaam*, who is a prophet of **Allah** was being commanded by **Allah** to practice Zikr. It should also be remembered that the hearts of the Prophets are never in a state of ignorance. They are always attentive towards **Allah**. But **Allah** still warns them not to let their attentions wander from **ZIKR ILAHI**. Therefore, all the divine duties performed are Zikr, no doubt, but as soon as they are performed the Zikr stops, and the divine command is to continue **Allah's Zikr** all the time.

Another point I will explain, and that is every deed or action

much purity in them that not only their tongues recited **Allah's** Zikr but their bodies also practiced zikr all the time. As a result, **Allah's** Zikr has penetrated from the skin to the depth of their hearts, so much so that the Quran is the witness to the fact that by the company and attention of **Prophet Muhammad** (SAW), the outward skin of their body and the deepness of their heart, every cell was absorbed in practicing **ZIKR ALLAH**. But as the centuries have gone by, many of the divine gifts have been lost and among them we have also lost this great gift. We should give credit to those courageous servants of **Allah**, who were never discouraged by any opposition, nor did they have any desire for the luxuries of the world or a status for themselves, but they sacrificed each and every thing to take up this great responsibility on themselves, and convey them to the people later to come in the world. This is how the blessings are still here and shall remain till Allah wishes, as this is the main spirit of the universe. When **ZIKR ALLAH** ceases then the whole world shall come to an end.

The people who lost this gift of **Allah's** Zikr, or could not appreciate its importance did not however have the guts to deny it, as when the commands are there in the Quran, hadith and also in the sayings of the great scholars of the past, how can anyone deny such an obvious fact. Yes, they would cretainly agree with it. But if this point is not based on the holy Quran then it does not have any weight. The point they have is that, the prayers, which are a must, the fasts kept during the month of Ramadan, *Hajj and Zakat*, are these not **Allah's** Zikr? Apart from this a person does many good deeds, like taking care of his parents, giving a good upbringing to his children, looking after others rights, reciting the holy Quran, and other religious rituals, etc., to the extent a person preaches Islam, that is carries the message of Islam to others and spends his precious time and money in working hard and in traveling. Apart from this what is **ZIKR ILAHI**? Another objection they have, is that nowadays everyone is very busy and since it is very difficult for them to find time for the daily religious rituals, how can they preform zikr and also find time to fulfil their wordly requirments?

This question consists of two parts. The answer to the first part has been given in "*Irshad-us-Salikeen*" Part No. 2, But I will explain it beiefly again so that you can understand.

Dear Siddiq Sahab,

Assalaam Alaikum Wa Rahmatullah,

I had received your telephone call in Dubai, but as I was ready for my departure to London, I could not, as requested by you, write a few lines on the topic of **ZIKR ILLAHI**, *which would serve as an introduction. I have written a few lines here in London as you had asked, and I will be happy if you can forward this to the newspaper* **"JUNG"** *as they always have a page concerning the emirates.*

A LETTER FROM LONDON

As far as the superiority, importance, and the need for Zikr is concerned, the statements of **Qazi Sanaullah Pani Pati** *Rahamatullah Allaih* are enough, which are written in his famous **"TAFSIR"** (Explaination of the *Holy Quran*) **"TAFSIR MAZHARI"** He says that **ZIKR ILAHI** is important for every human, whether it is a man or woman. His statement is based on those Quranic Verses on Zikr, which are like precious diamonds. The command for practicing **Allah's** Zikr is repeated so many times that in the past no one could think of living without **ZIKR ALLAH**. Apart from this the Quran, the hadith, and the lives of the companions and later the good and virtuous followers kept on reminding us of the necessity of **ZIKR ALLAH**, not because **Allah's** Zikr was a substitute of other worship, but because, by practicing Zikr, a feeling of love and desire is born in the heart which makes a person perform all the other worships with deep sincerity. In the Quranic language this is called as **"KHUSHOO AND KHUZOO"** which means praying and worshipping Allah with pre concentration and deep sincerity, without which a worship is not accepted.

This is the reason why **ZIKR ILAHI** has been emphasised so much. **Hazrat Muhammad** (SAW) and his companinions were such holy people and had so

تصوّف کیا نہیں؟

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقّی دِلانے کا نام تصوّف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوّف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی نِدا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوّف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجّہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتّباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عین تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوّفِ اسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوّف کی عین ضِد ہیں۔

(دلائل السلوک)

ہماری مطبوعات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

○ تصوف

تعارف
دلائل السلوک
دلائل السلوک (اردو)
دلائل السلوک (انگریزی)
اسرار الحرمین
عقائد و کمالات علمائے دیوبند
علم و عرفان

۵/- روپے
۶۰/- روپے
۱۰۰/- روپے
۱۵/- روپے
۱۰/- روپے
۵/- روپے

○ حیات بعد الموت

سیف اویسیہ :
حیاتِ برزخیہ
حیاتِ انبیاء
حیاتُ النبیؐ

۱۰/- روپے
۳۰/- روپے
۱۵/- روپے
۱۵/- روپے

○ شیعیت ۔ تحقیقی مطالعہ :

الدین الخالص
ایمان بالقرآن
تحذیر المسلمین
تفسیر آیاتِ اربعہ
تحقیق حلال و حرام
حرمتِ ماتم
ایجادِ مذہب شیعہ
شکست اعدائے حسینؓ
دامادِ علیؓ
بناتِ رسولؐ
الجمال والکمال
عقیدۂ امامت اور اس کی حقیقت

۳۰/- روپے
۲۵/- روپے
۴۰/- روپے
۱۰/- روپے
۲۰/- روپے
۱۰/- روپے
۱۸/- روپے
۴/- روپے
۶/- روپے
۶/- روپے
۱۰/- روپے
۵/- روپے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اسرار التنزیل حصہ اول غیر مجلد
اسرار التنزیل (مجلد) حصہ دوم
دیارِ حبیب میں چند روز
ارشاد السالکین (اول)
ارشاد السالکین (دوم)
ارشاد السالکین (انگریزی)
امیر معاویہؓ
راہی کرب و بلا
عصرِ حاضر کا امام
شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد
حیاتِ طیبہ (انگریزی)
نور و بشر کی حقیقت

۱۰۰/- روپے
۱۰۰/- روپے
روپے
۱۵/- روپے
۵/- روپے
۱۵/- روپے
۱۰/- روپے
۵/- روپے
۵/- روپے
روپے
۱۰/- روپے
۵/- روپے

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے اسلامیات و عربی

ذکر اللہ (عربی)
لعنتِ شیں
اطمینانِ قلب
تصوف اور تعمیر سیرت
کس لیے آئے تھے؟
خدایا ایں کرم بار دگر کن
بزمِ انجم
دین و دانش
کونوا عباد اللہ
انوار التنزیل
مغالطے

۵/- روپے
۱۰/- روپے
۲۰/- روپے
۱۰/- روپے
روپے
روپے
۲۰/- روپے
۱۰/- روپے
۵/- روپے
۱۵/- روپے
۱۵/- روپے

اویسیہ کتب خانہ

سول ایجنٹ ○ الوہاب مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار لاہور

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255